رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۰۲

آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤگے ٭ لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

یعنی

دُنیا کے مذاہب پر نظر

جلد ۲ بابت ماہ ستمبر ۱۹۰۳ء نمبر ۹

فہرست مضامین

انجمن اشاعۃ اسلام قادیان نے انوار الاسلام پریس قادیان دار الامان میں باہتمام منشی محمد افضل احمدی

۲۰ ستمبر ۱۹۰۳ء کو چھپوا کر شائع کیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

عیسائی مذہب پر ایک خاص ریویو

از حضرت مسیح موعودؑ

ا۔ تثلیث

عیسائی مذہب کے حامی اِس زمانہ میں عصمتِ مسیح اور کفارہ خُون مسیح کا مسئلہ پیش کر کے یہ دکھلانا چاہتے ہیں کہ گویا تمام مدار نجات اِسی پر ہے کہ مسیح ابن مریم کو خدا تعالیٰ کا بیٹا مان لیا جائے جو گُناہوں سے پاک ہے اور انسانوں کی رہائی کیلئے مصلوب ہو چکا ہے۔ لیکن سچ بات یہ ہے کہ اب وہ زمانہ گذر گیا ہے کہ لوگ ان مصنوعی باتوں سے کچھ تسلی پا سکیں بلکہ سچائی کے پوشیدہ چشمے اب ایسے زور سے پھوٹ رہے ہیں کہ بند کرنا ان کا غیر ممکن ہے۔ بہتر تو یہ تھا کہ یہ لوگ اب تثلیث اور کفارہ کو الوداع کہتے اور اُن سچائیوں کا مقابلہ نہ کرتے۔ جو ایک فوج کرار کیطرح آسمان سے اُتر رہی ہیں۔ تعجب تو یہ ہے کہ پادری صاحبان ان سخت نامعقول باتوں سے گھبراتے نہیں ہیں جنکو زمانہ دھکے دے رہا ہے۔ جن لوگوں کی قدیم کتابوں کی بنا پر یہ لوگ ایک عاجز انسان کو خدا بنانا چاہتے ہیں یعنی یہودی جو اصل وارث بائبل کے ہیں وہ انکے عقیدہ سے بیزار دل بیزار ہیں اور یہ بات خود سمجھ نہیں آسکتی کہ اگر درحقیقت یہودیوں کو مسلسل طور پر یہ

اور خدا کی مقدس کتابوں کے وسیلہ سے یہی تعلیم ملتی آئی تھی کہ خدا درحقیقت تین ہیں جنمیں سے ایک مریم کا بیٹا ہے تو اس صاف اور صحیح تعلیم سے اُنہوں نے وقت پر انکار کیوں کیا اور کیوں انکار پر اتفاق ہو گیا۔ کیا یہ سمجھ میں آسکتا ہے کہ چودہ سو برس تک یہودی اس اعتقاد پر جمے رہے کہ خدا تین ہیں اور نجات خون مسیح پر موقوف ہے اور پھر حضرت مسیح کے ظاہر ہونے سے انہوں نے اس پرانے اعتقاد سے انکار کر دیا۔ اور اسقدر لمبے زمانہ تک جو تعلیم ان کے رگ و ریشہ میں سرایت کر گئی تھی اس کو وہ یکلخت بھول گئے ہاں یہ ممکن تھا کہ وہ ابن مریم کو خدا نہ ٹھہراتے اور آئندہ کسی اور خدا کے منتظر رہتے جو تین میں سے ایک ہوتا اور کسی عورت کے پیٹ میں سے پیدا ہونیوالا ہوتا۔ مگر یہ ہرگز ممکن نہ تھا کہ وہ ایسی متوارث اور مسلسل تعلیم کو بھول جاتے جو ان کی نجات کا مدار تھی اور جو برابر نبیوں کے ذریعہ سے چودہ سو برس تک انکو دی گئی تھی اور بجائے اسکے ایک ایسی توحید پر جم جاتے جو قرآنی توحید کے موافق ہے۔ اس بات کو تو کوئی عقل قبول نہیں کریگی کہ درحقیقت یہ تعلیم تین خدا والی توریت اور دوسرے نبیوں کے صحیفوں میں موجود ہے کیونکہ اگر یہ سچ ہے کہ یہی تعلیم توریت کی ہے اور ہمیشہ اسرائیلی نبی یہی تعلیم اپنی اُمت کو ہر ایک زمانہ میں دیتے رہے تھے اور ان کے بچوں کو یہی تعلیم مدارس میں سکھلائی جاتی تھی کہ تمہارا خدا عیسے ہے جو ایک عورت مریم نام کے پیٹ سے پیدا ہو گا تو پھر ہمیں ایک ایسے تواتر سے انکار کرنا پڑیگا جو اجلی بدیہیات کیطرح روشن ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ قدیم سے یہودی اپنی تالیفات اور تفسیرات کے ذریعہ سے یہی شہادت دیتے آئے ہیں کہ انکا خدا واحد لاشریک ہے۔ اور مریم بیٹے پاک ہے۔ اور جو کوئی عورت سے پیدا ہوا ہو وہ خدا نہیں پھر جس حالتمیں بقول عیسائیاں ہر ایک نبی انکو تثلیث کی تعلیم دیتا آیا ہے تو وہ کتابیں ان کی کہاں گئیں جنمیں اُنہوں نے گواہی دی کہ ہمیں یہی تعلیم ملی تھی اور ایسی کھلی کھلی تعلیم کیونکر چھپ گئی حالانکہ خدا نے نبیوں کے بھیجنے میں کچھ فرق نہیں کیا تھا اور موسےٰ سے یحییٰ یعنی یوحنا نبی تک متواتر نبی آئے اور ان کا اصل کام یہی تھا کہ وہ تعلیم جو مدار نجات ہے یہودیوں پر ظاہر کریں پس اُنہوں نے کیا ظاہر کیا۔ پس اس بات میں کچھ بھی کلام نہیں کہ جس تعلیم کو توارث کے طور پر یہودی پاتے آئے ہیں وہ توحید ہی ہے۔ جیسا کہ یہودی آجتک یہی کہتے ہیں اور ہمنے خود ان کے فاضل اور اہل علم اور بڑے بڑے نامی سرگروہوں سے دریافت کیا وہ بالاتفاق تثلیث کو کفر جانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ درحقیقت ہمیشہ سے توحید کی تعلیم انکو ملتی رہی ہے۔ اور توریت اور دوسری کتابوں کے تعلیمی حصہ کے جس طور سے قدیم زمانہ سے یہودی معنے کرتے آئے ہیں وہی معنے درست ہیں ہاں ممکن بلکہ قریب قیاس ہے کہ وہ پیشگوئیاں جو آنیوالے زمانہ میں نبیوں کے حق میں تھیں کہ وہ ظاہر ہونگے

ان میں سے بعض کا مصداق مقرر کرنیمیں غلطی ہو گئی ہو کیونکہ پیشگوئیوں کی تفہیم اکثر اجمالی ہوتی ہے اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک نبی پیشگوئی کرنیوالا بھی اسکی تفصیل بیان کرنے سے عاجز ہوتا ہے کیونکہ وہ علم غیب ہے اور بجز خدا تعالیٰ کے کسی کا اسپر احاطہ نہیں اور نہ خدا تعالیٰ پر واجب ہے کہ قبل از وقت اسکی تفصیل بیان کر دے ہر ایک چیز کا پورا ظہور خدا نے وقت پر رکھا ہوا ہے پس قبل از وقت کسی پیشگوئی کے معنے سمجھنے میں احتمال خطا کا رہتا ہے لیکن تعلیم جو مدار نجات ہے، وہ اصل فرض نبی کا ہوتا ہے اسکو ہمیشہ خدا کے نبی کھولکر سمجھاتے ہیں اور اسی غرض سے بنی اسرائیل میں کثرت سے نبی آئے تا تعلیم کو بار بار بیان کر کے دلوں میں منقوش کر دیں۔

ہاں اگر موجودہ انجیلوں پر اعتبار کیا جائے تو ظاہر ہوتا ہے کہ مسیح نے اپنے تئیں خدا کے بیٹوں میں شمار کیا ہے لیکن قطع نظر اس سے کہ یہ انجیلیں بباعث کثرت تحریف ایک ردی کی طرح ہیں اس قسم کے خطاب خدا تعالیٰ کی طرف سے نبیوں کیلئے کوئی نئی بات نہیں تمام اسرائیلی نبی خدا کے بیٹے ہی کہلاتے رہے۔ مسیح ابن مریم میں کوئی ایسی بات نہیں نہ کوئی ایسا معجزہ ہے جس سے اسکی خدائی ثابت ہو سکے، اور انسانیت کے لوازم اس میں اسیقدر ہیں جیسا کہ انسانوں میں ہوتے ہیں مخلوق کی سب سے بڑھکر علامت اسکی موت ہے۔ سو مسیح مر بھی گیا مگر پھر بھی نادانوں نے اسکو خدا بنا لیا عقل اس بات کو کسطرح سمجھ نہیں سکتی کہ خدا ہو اور پھر مر جائے اور باوجودیکہ تینوں خدا ایک ہیں پھر اسکے کیا معنے ہیں کہ انمیں سے ایک خدا مر جائے اور باقی دو زندہ رہجائیں بلکہ تینوں میں سے ایک کا مرجانا باقی دو کی موت کو بھی مستلزم ہے اور پھر کس طرح ممکن ہے کہ خدا کا درحقیقت بیٹا ہو اور پھر کہے کہ میں جو ابن اللہ ہوں مجھے قیامت کی خبر نہیں عجب ہے کہ خدا اور پھر جاہل اور بیعلم۔ علاوہ اسکے یہ بات بھی وجوہات مندرجہ ذیل سے غلط ثابت ہوتی ہے کہ مسیح ابن مریم مرکر زندہ ہو گیا تھا اور پھر آسمان پر چلا گیا تھا بلکہ وہ صلیب پر نہیں مرا۔

۲- مسیح صلیب پر نہیں مرا

اول انجیل کے دو مقام پر غور کرنے سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ مسیح سولی پر ہرگز نہیں مرا چنانچہ ایک جگہ مسیح خود اپنے قصہ کو یونس بن متی کے قصہ سے مشابہت دیتا ہے بلکہ اس قصہ کو بطور نشان کے قرار دیتا ہے اب ظاہر ہے کہ یونس مچھلی کے پیٹ کے اندر نہیں مرا تھا اور نہ مردہ ہونے کی حالت میں شکم ماہی میں داخل ہوا تھا تو پھر اگر فرض کیا جائے کہ مسیح مردہ ہونیکی حالت میں قبر میں داخل ہوا تھا تو یونس کے قصہ سے اس کے قصہ کو کسی طرح مشابہت نہیں ہتی پس یہ مثال جو اپنے لئے مسیح نے پیش کی ہے ایک دانشمند کیلئے بشرطیکہ

اسکی عقل کسی تعصّب یا عادت کے نیچے دبی ہوئی نہ ہو مسیح کیطرف سے ایک صاف گواہی ہے کہ وہ سولی پر نہیں مرا تھا
اور قبر میں زندہ داخل ہوا تھا جیسا کہ یُونس بھی مچھلی کے پیٹ میں زندہ ہی داخل ہُوا تھا اور یُونس نبی پر
جو ابتلا آیا تھا اصل جڑھ اسکی وہ پیشگوئی تھی جو قوم کی نسبت اس نے کی تھی یعنی یہ کہ چالیس دن کے
اندر اُن پر عذاب نازل ہوگا اور وہ عذاب ان پر نازل نہ ہُوا اسلئے یُونس کے دل پر اس سے بہت صدمہ
پہنچا کہ اسکی پیشگوئی غلط نکلی اور وہ قوم سے ڈر کر کسی دُوسرے ملک کیطرف بھاگ گیا - اسی طرح مسیح ابن مریم
پر جو ابتلا آیا اسکی جڑھ بھی اسکی وہ پیشگوئی تھی جو قوم کی نسبت اس نے کی تھی یعنی یہ کہ وہ اس قوم
پر حکمران اور بادشاہ ہو جائیگا اور داؤد کا تخت اسے ملیگا مگر وہ پیشگوئی ان معنوں کے رُو سے جو مسیح
نے سمجھی پُوری نہ ہُوئی اور غلط نکلی اسلئے مسیح کو اسکی وجہ سے بہت صدمہ پہنچا اور وہ جیسا کہ اس نے
انجیل میں اشارہ کیا ہے ارادہ رکھتا تھا کہ یُونس کی طرح کسی اَور ملک کی طرف بھاگ جائے کیونکہ
اس نے کہا کہ نبی بے عزت نہیں مگر اپنے وطن میں پس اسکے دل میں تھا کہ کسی اَور جگہ ہجرت کرکے عزت
پاوے اور ہجرت انبیاء علیہم السلام کی سُنّت میں سے بھی ہے لیکن چونکہ کسی قدر قوم کے ہاتھ سے دُکھ اُٹھانا
اسکی قسمت میں تھا اسلئے اس ارادہ کے پُورا کرنیکے پہلے ہی پکڑا گیا اور سولی پر کھینچا گیا مگر جیسا کہ یونس کے قصہ کے
خیال سے سمجھا جاتا ہے خدا نے اسکو اس موت سے بچا لیا اور اسکی دُعا کو جو باغ میں کی تھی اسکے تقوٰی کی وجہ سے
قبول کیا - تب اس نے اپنے اس ارادہ کو پُورا کیا جو اسکے دل میں تھا اور دوسری گمشدہ بھیڑوں کی تلاش میں
وہ دُور دراز ملکوں کیطرف نکل گیا اسی وجہ سے اسکا یسوع آسف نام ہوا یعنی گمشدہ قوم کو تلاش کرنیوالا -
پھر کثرتِ استعمال سے یہ لفظ یوز آسف کے نام سے مشہور ہوگیا - غرض یُونس نبی سے مسیح کی یہی مماثلت تھی
کہ وہ زندگی کی حالت میں ہی یُونس کیطرح قبر میں داخل ہُوا اور نیز قوم کے ڈر سے دُوسرے ملک کیطرف
بھاگا - اگر اس مماثلت کو قبول نہ کیا جائے تو پھر مسیح کا بیان خلاف واقع ٹھہرتا ہے اور نیز بجائے مماثلت کے
منافات ثابت ہوتی ہے اور مماثلت کے قبول کرنے سے صاف طَور پر ظاہر ہوتا ہے کہ مسیح صلیب پر نہیں مرا +

پھر دوسری دلیل اس بات پر کہ مسیح صلیب پر نہیں مرا - اسکی وہ دعا ہے جو اسنے باغ میں نہایت تضرع
اور عاجزی سے کی تھی جس کا مفصّل ذکر انجیلوں میں موجود ہے اور میں ہرگز سمجھ نہیں سکتا کہ اس قسم کی
دُعا کہ مسیح جیسا ایک راستباز ساری رات کرے اور گریہ اور زاری اور تضرع کو انتہا تک پہنچا دے
تب بھی وہ دعا قبول نہ ہو - دعا کا مطلب صرف یہ تھا کہ وہ سُولی سے بچایا جائے کیونکہ یہودیوں نے یہ سوچا تھا کہ
مسیح کو سُولی دیکر یہ امر لوگوں کے ذہن نشین کریں کہ وہ نعوذ باللہ صادق نہیں ہے اور ان کاذبوں میں سے ہے جن پر

خدا کی لعنت ہے یہی غم تھا جس کی وجہ مسیح نے ساری رات دعا کی تھی ورنہ اسکو موت کا کوئی غم نہ تھا اور ایسی حالت میں ضروری تھا کہ خدا تعالے مسیح کی بریت کے لئے اسکی دعا منظور فرماتا سو وہ دعا منظور کیگئی۔ چنانچہ انجیل میں صریح الفاظ میں اسکا ذکر ہے کہ مسیح رات کو روتا رہا اور وہ جناب الٰہی میں چیخیں مارتا رہا اور ساری رات اسکے آنسو جاری رہے پس اسکے تقوی کی وجہ سے وہ دعا قبول کیگئی دیکھو عبرانیوں ۵ اس مقام میں عیسائیوں کی عقل اور سمجھ پر بہت سخت تعجب ہے کہ جس حالت میں انجیل خود گواہی دیتی ہے کہ باغ والی دعا قبول کیگئی تو پھر قبول ہونیکے بجز اسکے اور کیا معنے ہیں کہ وہ صلیب پر مرنیسے بچایا گیا +

پھر تیسری دلیل اس بات پر کہ مسیح صلیب پر نہیں مرا اسکا زندہ دیکھا جانا ہے یعنی وہ بعد صلیب کے اپنے حواریوں کو ملا اور اپنے زخم دکھلائے اور ان کیساتھ گلیل کیطرف گیا اس جگہ عقل کو اس فتوے کیلئے کوئی راہ نہیں کہ وہ مرکر پھر زندہ ہو گیا کیونکہ یہ امر غیر معقول اور سخت بعید از قیاس ہے جو بودی اور کمزور شہادتوں سے ثابت نہیں ہو سکتا بلکہ عقل کیلئے سہل طریق یہی ہے کہ صلیب پر اسکی جان نہیں نکلی تھی جیسا کہ اس سے پہلے بھی ایسے اتفاق کئی ہوئے تھے کہ بعض آدمی صلیب پر نہیں مرے تھے۔ پس طریق معقول کو چھوڑ کر طریق نامعقول کو اختیار کرنا سراسر سچائی سے دشمنی اور جہالت سے دوستی ہے اگر مسیح نئے سرے زندہ کیا جاتا تو اسکو قوم کا کچھ خوف نہ ہوتا کیونکہ جس خدا نے اسکو مار کر پھر زندہ کیا وہ خدا اسکو ضرور بچاتا اور اسکا یقین بڑھ جاتا۔ پھر اسکے کیا معنے ہیں کہ مسیح دوبارہ زندگی کے بعد بھی یہود سے ڈرتا رہا کہ مجھے پکڑ نہ لیں اور اپنے شاگردوں کو منع کرتا رہا کہ یہود کو میری اطلاع نہ ہو تا ایسا نہ ہو کہ وہ لوگ پھر آکر مجھے پکڑ لیں۔ پھر عجیب در عجیب یہ بات ہے کہ مسیح کو دوبارہ خدا نے زندہ تو کیا مگر اسکے زخموں کے اچھا کرنے پر وہ قادر نہ ہو سکا اور آخر اچھا کرنے کے لئے اس مرہم کی حاجت پڑی جو آجتک مرہم عیسے کے نام سے مشہور چلی آتی ہے۔

پھر چوتھی دلیل اس بات پر کہ مسیح صلیب پر نہیں مرا نسخہ مرہم عیسی ہے جو طب کی کتابوں میں جو ہزار کے قریب ہیں بلکہ غالبًا اس سے زیادہ ہونگی ابتک پایا جاتا ہے موجود ہے اور یہ کتابیں یونانی رومی عبرانی فارسی میں موجود ہیں اور اس زمانہ سے عیسوی تاریخ کی دوسری صدی تک ان کتابوں کا پتہ ملتا ہے۔ اس نسخہ مرہم عیسے کی نسبت طبیب لوگ یہ لکھتے چلے آئے ہیں کہ یہ مرہم حواریوں نے عیسے کیلئے تیار کی تھی اور چونکہ اس مرہم کے فوائد میں یہ لکھا ہے کہ وہ چوٹوں کے لئے بہت مفید ہے اور زخم کو اچھا کرتی ہے اور خون جاری کو بند کرتی ہے پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ مرہم حضرت مسیح کی ان چوٹوں کیلئے تیار کیگئی تھی جو صلیب سے اسکو پہنچی تھیں یہ شہادت یعنی نسخہ مرہم عیسے بڑی توجہ کے لائق ہے کیونکہ علمی کتابوں میں درج ہے

اور ہزارہا طبیب اس کی تصدیق کرتے آئے ہیں۔

پھر پانچویں دلیل اس بات پر کہ مسیح صلیب پر نہیں مرا۔ نقودیموس کی انجیل ہے جو لنڈن میں بزبان انگریزی ۱۸۲۰ء میں چھپی تھی اس انجیل کے دسویں باب میں لکھا ہے کہ رومی سپاہیوں نے یہودیوں کو کہا کہ ہمنے سُنا ہے کہ تمنے یوسف کو جس نے یسوع کی نعش کو کفنایا تھا ایک کوٹھہ میں بند کیا ہے جس کی کلید مہر بند کر کے رکھی تھی اور جب تم نے اس کوٹھہ کو کھولا تو یوسف کو تمنے نہ پایا۔ ہمکو یوسف کو دو جس کو تم نے ایک کوٹھہ میں بند کیا تھا تو ہم تم کو یسوع کو (یعنی عیسیٰ علیہ السلام کو) دیدیں گے جس کی ہمنے قبر میں حفاظت کی تھی یہودیوں نے جواب دیا کہ ہمکو یوسف کو دیدینگے تم ہمکو یسوع کو دو۔ یوسف اپنے شہر اری ماتھی میں ہے۔ سپاہیوں نے جواب دیا کہ اگر یوسف اری ماتھی میں ہے تو یسوع گلیل میں ہے"۔ اس لفظ میں یہ اشارہ ہے کہ یسوع یعنی حضرت عیسیٰ صلیب سے بچکر اپنے شہر گلیل میں چلا گیا تھا۔ اور اس انجیل پر کچھ موقوف نہیں مروجہ چار انجیلوں پر غور کر کے بھی اس قدر ضرور ثابت ہوتا ہے کہ مسیح قبر سے نکل کر گلیل کیطرف گیا تھا پس ایک امر قریب القیاس کو چھوڑ کر جو صاف اور سیدھے طور پر معلوم ہو رہا ہے ایک اعجوبہ بعید از قیاس بنانا اور مسیح کو مار کر پھر اسکو زندہ کرنا ایک ایسا بیہودہ خیال ہے کہ کوئی عقلمند اسکو قبول نہیں کریگا۔ کیوں نہ یہ بات نہ مان لیجائے کہ یسوع مسیح صلیب پر نہیں مرا۔ اور مرنے کے اسباب بھی پیدا نہیں ہوئے تھے نہ اسکی ٹانگیں توڑی گئیں اور نہ وہ بہت دیر تک صلیب پر رکھا گیا پھر کچھ تعجب کی بات نہیں تھی کہ وہ صلیب پر نہ مرتا بلکہ تعجب کی بات یہ تھی کہ باوجود ٹانگیں نہ توڑنے کے وہ صرف تین چار گھنٹہ کی مدت میں صلیب پر مر جاتا۔ اس واقعہ کی نظیر کسی مصلوب میں نہ پاؤگے کہ وہ باوجود ٹانگوں کے نہ توڑنے کے اس قدر جلد مر گیا۔ قیاس تو یہ چاہتا تھا کہ خدا کی جان بہ نسبت انسان کی جان کے بہت دیر کے بعد نکلتی۔ کیونکہ جس قدر خدا اور انسان میں فرق ہے اسیقدر ان کے مرنے میں بھی فرق ہونا چاہئے پس یہ کیا بات ہے کہ انسانوں کی تو صلیب پر چھ چھ سات سات دن کے بعد جان نکلے اور وہ جو خدا کہلاتا تھا جس نے اپنی قوی طاقتوں سے دُنیا کو نجات دینا تھا وہ تین چار گھنٹہ میں مر جائے۔ اور یہ جواب صحیح نہیں ہے کہ کہ اگرچہ وہ خدا تھا لیکن تمام دُنیا کے گناہ جو یکدفعہ اکٹھے ہو کر اسکی گردن پر پڑے اسلئے وہ کمزور ہو گیا اور ان گناہوں کے بوجھ کی برداشت نہ کر سکا۔ اسلئے وہ جلد تر مر گیا۔ کیونکہ اگر وہ گناہوں کے بوجھ کی برداشت نہیں کر سکتا تھا تو کیوں اس نے ایسی فضولی کی کہ میں برداشت کرونگا۔ اور کیوں اس نے کہا کہ میں تمام دُنیا کے گناہ اپنے سر پر لے سکتا ہوں جس حالت میں گناہ غالب رہے

جنہوں نے بہت جلد اسکو ہلاک کر دیا اسلئے قوی طاقت کے لحاظ سے گناہ قابل تعریف ہیں کہ یسوع مسیح کہ جو ایسا جلد ان کے نیچے دب کر مر گیا جیسا کہ ایک کمزور بچہ تھوڑے سے صدمہ سے مر جاتا ہے۔ بہر حال یہ عجیب بات ہے کہ خدا پر گناہ غالب آ گئے یہانتک کہ ان گناہوں نے صرف تین گھنٹوں تک اسکا کام تمام کر دیا۔ ایسے کمزور خدا پر ایمان لانا جسکی موت کا باعث اسکی کمزوری ہے۔ اگر بدقسمتی نہیں تو اور کیا ہے۔ یہ تو پادری صاحبوں کا عجیب عقیدہ ہے مگر ان کی ان سکلوپیڈیا جلد ۱۳ صفحہ ۶۶۹ میں لکھا ہے کہ مسیح نے واقعہ صلیب کے بعد دس دفعہ لوگوں سے ملاقات کی اور وہ صرف تین گھنٹہ تک صلیب پر رہا تھا اب اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہ ضرور صلیب سے زندہ بچگیا جیسا کہ اس سے پہلے بھی وہ یہودیوں کے حملوں سے بچتا رہا ؛

پھر چھٹی دلیل اس بات پر کہ مسیح صلیب پر نہیں مرا یہ ہے کہ عیسائی فرقوں میں سے بعض فرقے خود اس بات کے قائل ہیں کہ مسیح کی آمد ثانی الیاس نبی کیطرح بروزی رنگ میں ہوگی نہ کہ حقیقی یعنی اسکی خو او صفت پر کوئی اور آجائیگا کیونکہ وہ مر چکا ہے۔ چنانچہ **نیو لائف آف جیزس** جلد اول صفحہ ۴۱۰ مصنفہ ڈی ایف سٹراس میں عبارت ہے جسکا ترجمہ ذیل میں لکھا جاتا ہے اور وہ یہ ہے :-

(جرمن کے بعض عیسائی محققوں کی رای کہ مسیح صلیب پر نہیں مرا)

جرمن کے محقق عیسائی یہ دلائل دیتے ہیں کہ اگرچہ صلیب کے وقت ہاتھ اور پاؤں دونوں پر میخیں ماری جائیں پھر بھی بہت تھوڑا خون انسان کے بدن سے نکلتا ہے اس واسطے صلیب پر لوگ رفتہ رفتہ اعضاء پر زور پڑنے کے سبب تشنج میں گرفتار ہو کر مر جاتے ہیں یا بھوک سے مر جاتے ہیں پس اگر فرض بھی کر لیا جائے کہ قریب چھ گھنٹے صلیب پر رہنے کے بعد یسوع جب اُتارا گیا تو وہ مرا ہوا تھا تب بھی نہایت ہی اغلب بات یہ ہے کہ وہ صرف ایک موت کی سی بیہوشی تھی اور جب شفا دینے والی مرہمیں اور نہایت ہی خوشبودار دوائیاں ملکر اسے غار کی ٹھنڈی جگہ میں رکھا گیا تو اسکی بیہوشی دور ہوئی۔ اس دعوے کی دلیل میں عموماً یوسفس کا واقعہ پیش کیا جاتا ہے جہاں یوسفس نے لکھا ہے کہ میں ایکدفعہ ایک فوجی کام سے واپس آ رہا تھا تو راستہ میں میں نے دیکھا کہ کئی ایک یہودی قیدی صلیب پر لٹکے ہوئے ہیں انمیں سے میں نے پہچانا کہ تین میرے واقف تھے۔ پس میں نے ٹیٹس (حاکم وقت) سے انکے اُتار لینے کی اجازت حاصل کی اور انکو فوراً اُتار کر انکی خبرگیری کی تو ایک بالآخر تندرست ہو گیا

پر باقی دو مر گئے +

اور کتاب ماڈرن ڈوٹ اینڈ کرسچن بلیف کے صفحہ ۴۵۵-۴۵۷ میں یہ عبارت ہے جس کا ذیل میں ترجمہ لکھا جاتا ہے:-

شلیرمیخر اور نیز قدیم محققین کا یہ مذہب تھا کہ یسوع صلیب پر نہیں مرا بلکہ ایک ظاہرا موت کی سی حالت ہو گئی تھی اور قبر سے نکلنے کے بعد کچھ مدت تک اپنے حواریوں کے ساتھ پھرتا رہا اور پھر دوسری یعنی اصل موت کے واسطے کسی علیحدگی کے مقام کی طرف روانہ ہو گیا +

ایسا ہی کتاب سپر نیچرل ریلجن کے صفحہ ۸۷۵ پر لکھا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ پہلی تفسیر جو بعض لائق محققین نے کی ہے وہ یہ ہے۔ کہ یسوع دراصل صلیب پر نہیں مرا بلکہ صلیب سے زندہ اُتار کر اسکا جسم اسکے دوستوں کے حوالہ کیا گیا اور وہ آخر بچ نکلا۔ اس عقیدہ کی تائید میں یہ دلائل پیش کئے جاتے ہیں کہ اناجیل کے بیان کے مطابق یسوع صلیب پر تین گھنٹے یا زیادہ سے زیادہ چھ گھنٹے رہ کر فوت ہوا۔ لیکن صلیب پر ایسی جلدی کی موت کبھی پہلے واقعہ نہیں ہوئی تھی۔ یہ بھی تسلیم کیا جاتا ہے کہ صرف اسکے ہاتھوں پر میخیں لگائی گئی تھیں اور پاؤں پر نہیں تھیں چونکہ یہ عام قاعدہ نہ تھا کہ ہر ایک مصلوب کی ٹانگ توڑی جاوے اسواسطے تین انجیل نویسوں نے تو اسکا کچھ ذکر بھی نہیں کیا اور چوتھے نے صرف اپنی کسی خاص غرض کی تکمیل کیلئے اسکا ذکر کیا ہے اور جہاں ٹانگ توڑنیکا ذکر نہیں ہے تو ساتھ ہی برچھی کا واقعہ بھی کالعدم ہو جاتا ہے پس ظاہرا موت جو واقع ہوئی وہ ایک سخت بیہوشی تھی جو کہ چھ گھنٹے کے جسمانی اور دماغی صدموں کے بعد واقع ہوئی اور اسکے علاوہ گذشتہ شب بھی بیداری اور تکالیف میں گذری تھی۔ جب اسے کافی صحت پھر حاصل ہو گئی تو اپنے حواریوں کو پھر یقین دلانیکے واسطے کئی دفعہ ملا لیکن یہودیوں کے ڈر سے وہ بڑی احتیاط سے نکلتا تھا۔ حواریوں نے یہی سمجھا کہ وہ مر کر زندہ ہوا ہے اور چونکہ موت کی سی بیہوشی تک پہنچکر وہ پھر بحال ہوا* - اسلئے ممکن ہے کہ اس نے

* کفر ورجس نے شنٹوڈ کے اس مسئلہ کی نہایت قابلیت کے ساتھ تائید کی ہو لکھتا ہے کہ یہود کے حکام کے درمیان یسوع کے مرید تھے جو کہ اسکو اگرچہ عوام کی مخالفت سے بچا نہ سکتے تھے تاہم انکو امید تھی کہ ہم نیسے اسکو بچالینگے۔ یوسف ایک دولتمند آدمی تھا اور اسکو مسیح کے بچانے کے وسائل مل گئے۔ نئی قبر بھی عین مقام صلیب کے قریب ہی اس نے تیار کرالی اور جسم بھی پیلاطوس سے مانگ لیا اور نقودیمس یہودیوں کی توجہ ہٹانے کیلئے بہت سارے مصالح خرید لایا اور یسوع کو جلدی سے قبر میں رکھا گیا اور ان لوگوں کی سعی سے وہ بچ گیا کفر ورنے یوحنا ۱۷:۲۰ کی عجیب تفسیر کی ہے اور اس فقرے کہ میں ابھی باپ پاس نہیں گیا۔ صرف نامراد لیا ہے (بقیہ دیکھو صفحہ ۳۴۷)

اس نے خود بھی یہی خیال کیا کہ میں مر کر پھر زندہ ہؤا ہوں۔ اب جب اُستاد نے دیکھا کہ اس ظاہری موت نے میرے کام کی تکمیل کردی ہے تو پھر وہ کسی نامعلوم تنہائی کی جگہ میں چلا گیا اور مفقود الخبر ہو گیا +

ایسا ہی مشہور و معروف بنن اپنی کتاب میں لکھتا ہے (لائف آف جیزس صفحہ ۲۶۹) یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ یسوع کی موت کی اصلیت کی نسبت بہت شکوک پیدا ہو گئے تھے جو لوگ صلیب پر موت کو دیکھنے کے عادی تھے وہ کبھی اس بات کو تسلیم کر ہی نہ سکتے تھے کہ چند گھنٹے صلیب پر رہکر جیسا کہ یسوع رہا موت واقع ہو سکتی ہے وہ بہت ساری مثالیں مصلوب آدمیوں کی پیش کرتے تھے جنکو وقت پر صلیب سے اُتار گیا تو آخر کار علاج کرنے سے وہ بالکل شفایاب ہو گئے۔ آری گن کا (ابتدائی زمانہ کا ایک مشہور عیسائی فاضل) کچھ عرصہ بعد یہ خیال تھا کہ اسقدر جلدی موت کا واقع ہونا مسیح کا معجزہ ہے۔ یہی حیرت مرقس کے بیان میں بھی پائی جاتی ہے +

حضرت مسیح کی قبر بمقام سری نگر

اب اسکے بعد ایک بھاری ثبوت اس بات کا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب سے مخلصی پاکر آسمان کی طرف نہیں اُٹھائے گئے بلکہ کسی اور ملک کیطرف چلے گئے۔ ایک اور ہے جو ہم ذیل میں لکھتے ہیں لیکن قبل تحریر اس واقعہ کے ناظرین پر ظاہر کرتے ہیں کہ یہ قصہ کہ گویا حضرت مسیح مصلوب ہونے کے بعد یا مصلوب ہونے سے پہلے آسمان پر چلے گئے تھے ایسا ایک بیہودہ قصہ ہے کہ ایک غور کرنے والی طبیعت اسکو بدیہی طور پر جھوٹا قرار دیگی۔ خداتعالیٰ کا یہ عام قانون قدرت ہے کہ کوئی شخص مع جسم عنصری آسمان پر نہیں جا سکتا اور نہ نازل ہو سکتا ہے۔ چنانچہ اس کی نظیر الیاس کا قصہ ہے کیونکہ الیاس کا قصہ جس کی دوبارہ آمد پر مسیح کی نبوت موقوف تھی۔ آخر مسیح کی زبان سے ہی قابل تاویل ٹھہرا اور دوبارہ آنا اُسکا محض ایک مجاز کے طور پر تصور کیا گیا پھر کیونکر اعتبار کیا جائے کہ مسیح کے صعود اور نزول سے مراد حقیقی صعود اور نزول ہے جس امر کی دُنیا کی ابتدا سے کوئی بھی نظیر نہیں۔ اس امر پر اصرار کرنا اپنے تئیں ہلاکت کے گڑھے میں ڈالنا ہے۔ ماسوا اسکے یہ امر سراسر غیر معقول ہے کہ ایک نبی اپنے فرض منصبی کو ناتمام چھوڑ کر

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۳۶ + کیونکہ آسمان پر جانے سے مراد در اصل مرنا ہوتا ہے اور اسکے جواب کا مطلب یہ ہے کہ مجھے مت چھوؤ کیونکہ میں ابھی تک گوشت اور خون ہوں میں ابھی مرا نہیں ہوں۔ اس واقعہ کے بعد یسوع پوشیدہ طور پر چند دفعہ اپنے حواریوں سے ملا اور جب اسے یقین ہو گیا کہ ظاہری موت نے اسکے کام کی صداقت پر آخری مہر لگا دی ہے تو وہ پھر کسی تنہائی کی جگہ میں چلا گیا +

آسمان پر جا بیٹھے مسیح کو اس بات کا اقرار ہے کہ اس کی اَور بھی بھیڑیں ہیں جن کو پیغام پہنچانا ضروری ہے اور یہ اس بات کیطرف اشارہ تھا کہ وہ یہودی جو دُوسرے ملکوں میں منتشر ہو گئے تھے ابھی انکو ہدایت کرنا باقی ہے پس صلیب سے مُخلصی پاکر مسیح کا یہ فرض تھا کہ ان بدقسمت یہودیوں کو اپنے آنے سے مطلع کرتا جنکو اس کے آنے کی خبر بھی نہیں تھی کیونکہ وہ لوگ ہندوستان کے بعض حصّوں میں خاصکر کشمیر میں مُدت سے سکونت پذیر ہو گئے تھے اور مسیح نے خود اس بات کو بیان کر دیا تھا کہ یہ اسکا فرض ہے کہ منتشر شدہ بنی اسرائیل کو بھی ان سے مُلاقات کر کے انکو اپنی ہدایتوں سے فیضیاب کرے پس ایک راستباز کے بدن پر اس سے لرزہ پڑتا ہے کہ یہ گناہ عظیم مسیح کیطرف منسُوب کر سکے کہ وہ منصبی کام کو نا تمام چھوڑ کر آسمان پر جا بیٹھا۔ اور نہ ہم اس لغو اور بیہودہ امر کو خُدائے حکیم کیطرف منسُوب کر سکتے ہیں کہ وہ ایک زندہ شخص کو جسمیں اچھے اچھے کام کرنے کی قوتیں موجود ہیں اور مخلوق کو اپنی ہدایتوں سے نفع پہنچا سکتا ہے تمام کاموں سے معطّل کر کے آسمان پر بٹھاوے اور اس قیدی کیطرح جو قید محض میں ایام گذارتا ہے اور کوئی کام نہیں کرتا چھوڑ دے ؛

کیا مسیح کے لئے یہ بہتر تھا کہ وہ اپنی اس لمبی عمر کو بنی نوع انسان کی خدمت میں صرف کرتا اور ہر ایک ملک میں سفر کر کے جیسا کہ خُود اسکو ایک نبی سیاح سمجھا گیا ہے اپنی منتشر قوم کو فائدہ پہنچاتا یا یہ کہ اپنی تبلیغ کا کام نا تمام چھوڑ کر اور قوم کو طرح طرح کی گمراہیوں میں پاکر آسمان پر جا بیٹھتا۔ بالخصوص اُن بدقسمت لوگوں کا کیا گُناہ تھا جنہوں نے ابھی اسکو دیکھا بھی نہیں تھا ؛

اور یہ کہ وہ مختلف ملکوں کا سَیر کرتا ہُوا آخر کشمیر میں چلا گیا اور تمام عمر وہاں سَیر کر کے آخر سری نگر محلہ یارخاں میں بعد وفات مدفون ہُوا۔ اسکا ثبوت اسطرح پر ملتا ہے کہ عیسائی اور مسلمان اس بات پر اتفاق رکھتے ہیں کہ یوز آسف نام ایک نبی جسکا زمانہ وہی زمانہ ہے جو مسیح کا زمانہ تھا دُور دراز سفر کر کے کشمیر میں پہنچا اور وہ نہ صرف نبی بلکہ شاہزادہ بھی کہلاتا تھا اور جس ملک میں یسُوع مسیح رہتا تھا اسی ملک کا وہ باشندہ تھا اور اسکی تعلیم بہت سی باتوں میں مسیح کی تعلیم سے ملتی تھی بلکہ بعض مثالیں اور بعض فقرے اسکی تعلیم کے بعینہٖ مسیح کے ان تعلیمی فقرات سے ملتے ہیں جو اب تک انجیلوں میں پائے جاتے ہیں اور عیسائی نہایت مجبور اور حیرت زدہ ہو کر اس بات کے قائل ہو گئے ہیں کہ یہ شخص جو یوز آسف اور شاہزادہ نبی کہلاتا ہے وہ مسیح کے شاگردوں میں سے ایک شاگرد تھا اسی بناء پر اسکو بڑا مُقدّس سمجھا گیا ہے یہاں تک کہ سسلی میں اسکے نام کا ایک گرجا بھی بنایا ہُوا ہے جو پورانا اور قدیم زمانہ سے بنے ہوئے

اسی تعلق کے قبول کرنے کے بعد یوز آسف کا قصہ یُورپ کی تمام زبانوں میں ترجمہ کیا گیا ہے .... جس سے صاف ظاہر ہے کہ اس قدر پُرجوش محبّت سے یُورپ کی تمام زبانوں میں یوز آسف کی تعلیم کا ترجمہ ہونا اس بات پر دلیل ہے کہ کم سے کم یوز آسف کو ایک مُقدس حواری سمجھا گیا ہے۔ پس اس صورت میں تمام عیسائی صاحبان اس مطالبہ کے نیچے ہیں کہ انہوں نے بہرحال یوز آسف کا عیسائی مذہب سے ایک تعلق مان لیا ہے اور اسکے ظہور کا بھی وہی زمانہ قرار دیا ہے جو مسیح کا زمانہ تھا اور اس کی سوانح کا بڑی محبّت اور دلچسپی سے ترجمہ بھی کیا اور اسکی یادگار کا ایک گرجا بھی بنایا اور یہ بھی اقرار کیا کہ اسکی تعلیم کا اخلاقی حصّہ انجیل کی تعلیم سے ملتا ہے اور اس نے بھی اپنی تعلیم کا نام انجیل ہی رکھا ہے۔ پس اس صُورت میں اگر یوز آسف یسُوع نہیں ہے تو یہ بارِ ثبوت عیسائی صاحبوں کی گردن پر ہے کہ وُہ ثابت کرکے دکھلاویں کہ کبھی مسیح کا کوئی شاگرد شاہزادہ نبی بھی کہلاتا تھا اور کبھی اس نے مسیح کی تعلیم کو اپنی تعلیم بھی قرار دیا اور اسکا نام انجیل رکھا اور میں بڑے دعوے اور ثبوت سے کہتا ہوں کہ یہ ثبوت ہرگز انکے لئے ممکن نہیں کیونکہ ان کے نزدیک شاہزادہ نبی ایک ہی ہے یعنی یسُوع ابن مریم ؏

اور یوز آسف کے حالات کے بیان کرنے کے بارے میں مسلمانوں کی کتابوں میں بعض ہزار برس سے زیادہ زمانہ کی تالیف ہیں جیساکہ کتاب اکمال الدین جس میں یہ تمام باتیں درج ہیں اور اس کتاب میں یہ بھی لکھا ہے کہ یوز آسف نے جو شاہزادہ نبی تھا اپنی کتاب کا نام انجیل رکھا تھا ماسوا اِس کتاب کے خاص سری نگر میں جہاں حضرت عیسٰے علیہ السلام کی قبر ہے ایسے پرانے نوشتے اور تاریخی کتابیں پائی گئی ہیں جنہیں لکھا ہے کہ یہ نبی جسکا نام یوز آسف ہے اور اسے عیسٰے نبی بھی کہتے ہیں اور شاہزادہ نبی کے نام سے بھی موسوم کرتے ہیں۔ یہ بنی اسرائیل کے نبیوں میں سے ایک نبی ہے جو اس پرانے زمانہ میں کشمیر میں آیا تھا۔ جس کو ان کتابوں کی تالیف کے وقت تک قریباً سولہ سو برس گذر گئے تھے یعنی اس موجُودہ زمانہ تک انیس سو برس گذرا ہے۔ اور اس قسم کی تحریریں کشمیر کے باشندوں کے پاس کچھ تھوڑی نہیں بلکہ بہُت سی کتابیں پائی جاتی ہیں اور مَیں نے سُنا ہے کہ اُس جگہ کے ہندوؤں کے پاس بھی اپنی زبان میں ایک کتاب ہے جس میں اس شاہزادہ نبی کا ذکر ہے پس ایک حق کے طالب کو یہ تمام ثبوت اِس بات کے قبول کرنیکے لئے مجبُور کرتے ہیں کہ درحقیقت

یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر ہے۔ بالخصوص جبکہ ان تمام باتوں کو یکجائی نظر سے دیکھا جائے کہ اوّل تو خود انجیل سے یہ پتہ لگتا ہے کہ یسوع صلیب پر نہیں مرا بلکہ وہ صلیب پر غشی کی حالت میں ہو گیا تھا جیسا کہ اس نے خود کہا کہ یونس نبی کا معجزہ دکھایا جاویگا پس اگر صلیب پر مر گیا تھا اور مُردہ ہونیکی حالت میں قبر میں داخل ہُوا تو اسکے اس واقعہ کو یونس کے واقعہ سے کیا مشابہت ہوئی۔ پھر یہ کہ انہیں انجیلوں میں لکھا ہے کہ وہ قبر سے زندہ نکلا اور ابھی زخم اسکے اچھے نہیں ہُوئے تھے اور وہ اپنے حواریوں کو ملا اور منع کیا کہ میرا حال کسی سے مت کہو اور ان کیساتھ اپنے وطن کیطرف چلا گیا اور انکے ساتھ ملکر کھانا کھایا اور پھر طب کی کتابوں سے متواتر طور پر ثابت ہُوا ہے کہ یسوع کے زخموں کے لئے مرہم عیسےٰ بنائی گئی تھی جسکے استعمال سے اسکے زخم اچھے ہُوئے اور چونکہ وہ یہود کے دوبارہ حملے سے ڈرتا تھا اسلئے وہ اس مُلک سے نکل گیا اور یہ رائے کچھ ہماری خاص رائے نہیں ہے بلکہ بڑے بڑے محقق پادریوں نے بھی یہی رائے ظاہر کی ہے جیسا کہ جرمن کے پچاس پادریوں کی رائے ابھی ہم ذکر کر چکے ہیں اور کئی پورانی تحریریں اور بھی ہیں جنسے ثابت ہوتا ہے کہ یسوع واقعہ صلیب کے بعد مدت تک مختلف ملکوں میں سیاحت کرتا رہا یہاں تک کہ اسکا نام نبی سیاح ہو گیا اور ان باتوں کو مسلمانوں نے بھی تسلیم کر لیا ہے کہ مسیح نبوت پانیکے بعد ایک مدت تک مختلف بلاد میں سیاحت کرتا رہا ہے پس ان تمام باتوں کو ایک ہی جگہ جمع کرنے سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ یسوع ہرگز آسمان پر نہیں چڑھا اور جیسا کہ یہ تمام واقعات ایسے قریب قیاس ہیں کہ بڑی سُرعت سے عقل ان کو قبول کرتی ہے ایسا ہی آسمان پر چڑھنا ایسا بعید از قیاس ہے کہ عقل اسکو فی الفور رد کرتی ہے اور دھکے دیتی ہے پس کیا وجہ کہ جو واقعات ثابت شدہ اور قریب قیاس ہیں انکو تو قبول نہ کیا جائے اور جو خیالات ثابت نہیں ہو سکے اور نہ وہ قریب قیاس ہیں انکو قبول کیا جائے۔

بالآخر ہم پرچہ الہلال کے ایڈیٹر کو جو عیسائی ہے جس نے اپنے پرچہ شائع کردہ ماہ اپریل ۱۹۰۳ء میں...... جلد ۱۱ میں یہ اشارہ کیا ہے کہ یسوع کا کشمیر سری نگر میں مدفون ہونا صحیح نہیں ہے مخاطب کر کے تنبیہ کرتے ہیں کہ عقلمند اور منصف آدمی کا یہ کام نہیں ہے کہ صرف مذہبی تعصب کی وجہ سے ثابت شدہ حقائق اور واقعات کو رد کرے۔ بالخصوص جبکہ صاحب ہلال اپنے رسالہ میں اس بات کو مانتا ہے کہ یوز آسف شاہزادہ نبی تھا اور پورے وثوق سے قبول کرتا ہے کہ پورانی کتابیں اسکا نام شاہزادہ نبی کہتی ہیں اور وہ کسی اور دور دراز ملک سے کشمیر میں آیا تھا تو تعجب کہ وہ قریب ہو کر

پھر کیوں دُور چلا جاتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ اگر ان واقعات اور دلائل میں سے جو ہم نے پیش کئے ہیں ایک بھی پیش نہ کیا جاتا تب بھی عقل سلیم کا یہی فتویٰ تھا کہ یسوع ابن مریم آسمان پر ہرگز نہیں گیا وہ ہمیشہ انسانوں کی طرح کمزوریاں دکھلاتا رہا اور پسیا ہوتا اُس نے ماریں کھائیں اور جب شیطان نے اسے کہا کہ اُوپر سے اپنے تئیں نیچے گرا دے تو وہ اپنے تئیں نیچے نہ گرا سکا اور کوئی امر اس میں ایسا نہ تھا کہ جو انسان سے بڑھ کر شمار کیا جائے۔ بلکہ بعض نبیوں نے اِس سے بڑھکر معجزات دکھلائے پھر یہ امر بغیر عقلی دلائل اور یقینی براہین کے کیونکر مان لیا جائے کہ وہ درحقیقت آسمان پر چڑھ گیا تھا اور ابتک زندہ موجود ہے اور اگر آسمان پر چڑھنا ممکن بھی ہو تب بھی اسکے لئے ناجائز بلکہ ایک جرم کا ارتکاب تھا کیونکہ ابھی وہ اپنے فرض تبلیغ کو تمام نہیں کر چکا تھا اور یہود کے اور بہت سے فرقے ہنوز اور ملکوں میں ایسے تھے جنہوں نے مسیح کا نام بھی نہیں سنا تھا جنکو پیغام پہنچانا باقی تھا اور آسمان پر تو یہود کی کوئی قوم آباد نہیں تھی تا یہ کہا جائے کہ آسمان پر بھی انکا جانا ضروری تھا پس جیسے کہ یہ امر نامعقول ہے کہ یسوع نے صلیب کو اپنے لئے پسند کیا اور خودکشی کو روا رکھا ایسا ہی یہ بھی نامعقول ہے کہ وہ ابتک ایک عمدہ زمانہ اپنی زندگی کا محض بیکاری سے گذار رہا ہے حالانکہ اسکو چاہئے تھا کہ اپنے اس وقت عزیز کو اپنی قوم کی ہمدردی میں خرچ کرتا نہ یہ کہ ایسی بیہودہ حرکتیں کہ دوسروں کے لئے خودکشی کرے اور پھر زندہ ہو کر آسمان پر جا بیٹھے۔ پس ایک عقلمند بجز اسکے کہ کیا کرے کہ ان قصوں کو جھوٹے قرار دے۔ سچائی ایک ایسی چیز ہے کہ وہ صرف واقعات سے ہی ثابت نہیں ہوتی بلکہ دلائل عقلیہ بھی اسپر شہادت دیتے ہیں لیکن جو جھوٹ ہے نہ اسکے لئے واقعات صحیحہ ثابت شدہ ملتے ہیں اور نہ عقلی دلائل اسپر قائم ہو سکتے ہیں۔ افسوس کہ عیسائی کسی بات پر بھی غور نہیں کرتے انہیں کے انسائکلوپیڈیا میں لکھا ہے کہ تھوما رسول جس کا ذکر انجیلوں میں درج ہے ہندوستان میں آیا تھا اور میلاپور میں شہید ہوا۔ اور یہ بھی اسی میں لکھا تھا کہ یسوع کا ایک بھائی بھی اسکے ساتھ تھا۔ اب جائے غور ہے کہ ایکطرف تو عیسائی صاحبان قبول کرتے ہیں کہ اسی بلاد شام سے ہندوستان میں انہیں دنوں میں ایک شاہزادہ نبی آیا تھا جو آخر سری نگر کشمیر میں فوت ہوا اور پھر انہیں ایام میں تھوما حواری اور ایک یسوع کا بھائی بھی ہندوستان میں آیا تھا اور پھر دوسری طرف اس بات کو نہیں مانتے کہ وہ جو شاہزادہ نبی کہلاتا تھا اور بیان کرتا تھا کہ میرے پر انجیل نازل ہوئی ہے وہی یسوع مسیح ہے یہ واقعات بہت ہی صاف تھے اور ان کا نتیجہ بھی بہت ہی صاف تھا مگر ہائے افسوس کہ ہاں کیا

صاحبوں نے تاریکی سے پیار کیا اور نور سے دشمنی۔ دنیا اپنی انتہا تک پہنچ گئی اور ساری علامتیں پوری ہوگئیں مگر انکا فرضی مسیح اب تک آسمان سے نازل نہ ہوا۔ آدم سے لے کر اس وقت تک چھٹا ہزار ختم ہو چکا جو الٰہی شریعتوں کی اصطلاح میں چھٹا دن کہلاتا ہے جسمیں مسیح موعود نے آنا تھا مگر انکا یسوع اب تک نہ آیا۔ شیطان کے رہا ہونے پر ایکہزار برس بھی گذر گیا مگر انکا یسوع ابتک نہ آیا جو شیطان کو دائمی قید کے زنداں میں روکتا جیسا کہ نبیوں نے پیشگوئی کی تھی۔ ملک میں طاعون بھی پھیلگئی جیسا کہ انجیل میں آنیوالے مسیح کا نشان لکھا تھا۔ مگر ابتک ان کا مسیح نہ آیا۔ مدت ہوئی کہ آنیوالے مسیح کا ستارہ بھی نکل چکا مگر ابتک مسیح نہ آیا۔ پس اے یورپ اور ایشیا کے رہنے والے عیسائیو۔ اور اے حق کے طالبو یقیناً سمجھو کہ مسیح جو آنیوالا تھا وہ آچکا اور وہ وہی ہے جو اب تمسے باتیں کر رہا ہے۔ آسمان نے نشان ظاہر کئے اور زمین نے بھی اور خدا کے پاک نبیوں کی پیشگوئیاں نشان کے طور پر آج پوری ہوگئیں اور خدا نے میرے ہاتھ پر نشان دکھلانے کی کچھ کمی نہیں رکھی۔ ہزارہا نشان ظاہر کئے ہر ایک پہلو سے اپنی حجت کو پورا کیا اور میں سچ سچ کہتا ہوں کہ یہ نشان جو میرے ہاتھ پر دکھلائے گئے اگر یسوع ابن مریم کے ہاتھ پر دکھلائے جاتے تو یہود ہلاکت سے بچائے جاتے مگر وہی جو ہلاکت کے فرزند تھے۔ یسوع کے نشانوں کا جو یہود پر اثر پڑا تھا کسکو اسکی خبر نہیں خود اسکا اپنا حواری یہودا اسکریوطی جسکو بہشتی تخت کا وعدہ بھی دیا گیا تھا خود اسکے دیکھتے دیکھتے مرتد ہوگیا اور نہ خود وہ حواری تخت موعود سے محروم رہگیا بلکہ یسوع کو بھی بڑی بلا میں ڈال گیا۔ سوائے وہ لوگو جو دائمی سعادت اور ابدی نجات کو چاہتے ہو میری طرف دوڑو کہ اسجگہ وہ چشمہ ہے جو تمہیں پرانی میلوں سے پاک کردیگا اور وہ نجات جو یقین اور قوت ایمان اور پورے عرفان سے ملتی ہے وہ تمہیں دیجائیگی اور یقیناً سمجھو کہ یسوع ابن مریم کے خون پر تمہارا بھروسہ غلط ہے اگر وہ ایک دفعہ نہیں ہزار دفعہ بھی صلیب پر چڑھایا جاتا تب بھی وہ تمہیں نجات نہ دے سکتا۔ نجات ایمان اور محبت اور یقین سے پیدا ہوتی ہے نہ کسی کے خون سے۔ دیکھو زمانہ تمہیں بتلا رہا ہے کہ یہ تمام خیالات جھوٹے تھے پس قبل اسکے جو تم خدا کی طرف بلائے جاؤ ان خیالات سے توبہ کرو مجھے خدا نے اس گواہی کیلئے اس زمانہ میں کھڑا کیا ہے کہ سب دین بگڑ گئے اور باطل کا رنگ پکڑ لیا مگر اسلام اگر میری گواہی پر خدا کی مہر نہیں تو میں سچا نہیں لیکن اگر میری گواہی پر خدا کی مہر ہے تو تم سچ کو رد کر کے قابل مواخذہ نہ بنو۔ ایک عاجز انسان مریم کا بیٹا ہرگز خدا نہیں۔ مجھے وہ روح دیگئی ہے جس کے مقابل پر کسی کو

تاب مقابلہ نہیں اگر تم میں کوئی اس لائق نہیں کہ روح سے علم پا کر اس روح القدس کا مقابلہ کرے جو مجھے عطا کیا گیا ہے تو تمہاری خاموشی تمہیں ملزم کریگی۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ ؛

کیا ڈوئی اس مقابلہ میں نکلیگا

یہ سوال امریکہ کی اخباری دُنیا میں بڑی کثرت سے پُوچھا گیا ہے۔ ہمارے پاس اس قدر گنجائش تو نہیں کہ ہم ان سب اخباروں کی رائے کو نقل کر سکیں* لیکن نمونہ کے طور پر ہم تین اخباروں کی رائے نقل کرتے ہیں جس سے یہ اندازہ لگ سکیگا کہ امریکہ کے اخبارات کے اس چیلنج کے متعلق کیا خیالات ہیں جو گذشتہ ستمبر میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کیطرف سے امریکہ کے جھوٹے مُدعی نبوت کو دیا گیا تھا۔ لٹرری ڈایجسٹ جو نیویارک شہر کا مشہور اخبار ہے۔ ۲۰۔جون ۱۹۰۳ء کے پرچے میں یوں لکھتا ہے

ایک مجوزہ دُعا کے مقابلہ میں دو حریف

میرزا غلام احمد صاحب ساکن قادیان (پنجاب ہندوستان) اپنی شائع شدہ تحریروں میں مسیح موعود ہونیکا دعوےٰ کرتے ہیں اُنہوں نے اس ملک کے ڈاکٹر ڈوئی کو ایک مقابلہ کیلئے بلایا ہے جسمیں ہتھیار صرف دُعا ہوگی۔ اور ہر ایک فریق خُدا ے تعالیٰ سے یہ دُعا کریگا کہ ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے ہلاک ہو۔ ریویو آف ریلیجنز کے بیان کے مطابق اس چیلنج کا پیش کرنیوالا مسیح موعود ہے "جو عین اسوقت پر دُنیا کی اصلاح کے لئے بھیجا گیا ہے جو بائیبل کی پیشگوئیوں کے حساب کے رُو سے مسیح کی آمد کا وقت ہے؛ اور اس کے پیرو ایک لاکھ آدمی ہیں جنکی تعداد بہت جلد بڑھ رہی ہے اس مسیح کی تعلیم یہ ہے کہ یسُوع مسیح محض ایک اِنسان تھا۔ ایک نیک انسان لیکن اسمیں الوہیت کوئی نہ تھی۔ مرزا غلام احمد صاحب اسی مذکورہ بالا رسالے میں یہ بھی لکھتے ہیں۔

"یاد رہے کہ میں اس ملک میں معمولی اِنسان نہیں ہوں مَیں وہی مسیح موعود ہوں جسکا ڈوئی

* اِن اخبارات میں سے کئی اخباروں میں حضرت مسیح موعود کی تصویر بھی شائع ہوئی ہے اور قریب ایک سَو ایسے اخبارات کے ہمارے پاس پُہنچ گئے ہیں بعض اخبارات میں قبر مسیح کی تصویر بھی چھپی ہے ؛

انتظار کر رہا ہے۔ صرف یہ فرق ہے کہ ڈوئی کہتا ہے کہ مسیح موعود پچیس برس کے اندر اندر پیدا ہو جائیگا۔ اور میں بشارت دیتا ہوں کہ وہ مسیح پیدا ہو گیا اور وہ میں ہی ہوں۔ صدہا نشان زمین سے اور آسمان سے میرے لئے ظاہر ہو چکے ایک لاکھ کے قریب میرے ساتھ جماعت ہے جو زور سے ترقی کر رہی ہے ڈوئی بیہودہ باتیں اپنے ثبوت میں لکھتا ہے کہ میں نے ہزارہا بیمار توجہ سے اچھے کئے ہیں۔ ہم اسکا جواب دیتے ہیں کہ کیوں پھر اپنی لڑکی کو اچھا نہ کرسکا اور وہ مرگئی اور اب تک اسکے فراق میں روتا ہے۔

پھر مسیح موعود لکھتا ہے کہ ڈوئی کا دعویٰ یہ ہے کہ یسوع مسیح نے بحیثیت خدائی دُنیا میں اسکو بھیجا ہے تا سب کو اس بات کیطرف کھینچے کہ بجز مسیح کے اور کوئی خدا نہیں۔ اسکے بعد یہ مدعی لکھتا ہے:۔

" ایک سہل طریق ہے جس سے اس بات کا فیصلہ ہو جائیگا کہ آیا ڈوئی کا خدا سچا خدا ہے یا ہمارا خدا۔ وہ بات یہ ہے کہ ڈوئی صاحب تمام مسلمانوں کو بار بار موت کی پیشگوئی نہ سنادیں بلکہ ان میں سے صرف مجھے اپنے ذہن کے آگے رکھ کر یہ دُعا کریں کہ ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے مرجائے۔ کیونکہ ڈوئی یسوع مسیح کو خدا جانتا ہے مگر میں اُسکو ایک بندہ عاجز مگر نبی جانتا ہوں۔ اب فیصلہ طلب امر ہے کہ دونوں میں سے سچا کون ہے اگر ڈوئی کو یہ یقین ہے کہ ابن مریم ہی خدا ہے تو چاہئے کہ اس دُعا کو چھاپ دے اور کم سے کم ہزار آدمی کی اسپر گواہی لکھے۔ اور جب وہ اخبار شائع ہو کر میرے پاس پہنچیگی تب میں بھی بجواب اسکے یہی دُعا کرونگا اور انشاء اللہ ہزار آدمی کی گواہی لکھ دونگا۔ اور میں یقین رکھتا ہوں کہ ڈوئی کے اس مقابلہ سے اور تمام عیسائیوں کے لئے حق کی شناخت کے لئے ایک راہ نکل آئیگی۔ میں نے ایسی دُعا کے لئے سبقت نہیں کی بلکہ ڈوئی نے کی۔ اس سبقت کو دیکھ کر میرے اندر غیور خدا نے یہ جوش پیدا کیا"۔

اس چیلنج دینے والے مسیح کے پیرؤں نے " ایک عظیم الشان علمی تحقیقات یسوع مسیح کی نسبت" کی ہے جسکا پتہ ہمیں اسی رسالہ سے لگتا ہے تحقیقات یہ ہیں کہ یسوع مسیح صلیب پر نہیں مرا بلکہ زندہ بیہوشی کی حالت میں صلیب سے اُتارا گیا۔ تندرست ہو کر وہ مشرق کی طرف چلا گیا جہاں وہ بہت مدت تک جیتا رہا۔ اسکی قبر سری نگر کشمیر کے محلہ خان یار میں بتائی جاتی ہے"۔ پھر لکھتا ہے" اس سے زیادہ کیا ثبوت ہوگا کہ قبر موجود اور ساتھ اسکے تقریراً و تحریراً اس قدر شہادتیں جمع کی گئی لاکھ انسان تک نوبت پہنچ چکی ہے"۔

اخبار برلنگٹن فری پریس ۲۷- جون ۱۹۰۳ء کے پرچے میں لکھتا ہے:-

ایک دُعا کے مقابلہ کی تجویز

ملک کے مختلف حصّوں میں یہ بحث بڑے زور و شور سے ہو رہی ہے کہ قحط کے دُور کرنے میں دُعا مؤثر ہے یا نہیں۔ اور اس بحث میں دو فریق ہو گئے ہیں...... دُعا کے اثر کے متعلق ایک طریق تحقیق ابھی پیش ہُوا ہے جسکا آخری نتیجہ ایسا قطعی ہوگا کہ اسمیں کسی بحث کی گنجایش نہیں ہوگی- الیاس ڈوئی شکاگو کے مفتری پیشوا کو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے ایک چیلنج دیا ہے کہ وہ ایک ایسی دُعا میں جسکا نتیجہ ایک فریق کے لئے موت ہوگا انکا مقابلہ کرے...... بلحاظ رواج کے ڈوئی کو یہ حق حاصل ہونا چاہئے تھا کہ وہ مقابلہ کے لئے خود ہتھیار تجویز کرتا لیکن مسیح موعود نے بڑی ہوشیاری سے ایک ایسا ہتھیار تجویز کر دیا ہے جس سے ڈوئی انکار نہیں کرسکتا۔ اب اگر ڈوئی اس تجویز کو نہ مانے تو دوسرے الفاظ میں اسکا یہ مطلب ہوگا کہ وہ اپنے معاملہ کو اس بڑے مقتدر حاکم کے ہاتھ میں نہیں دینا چاہتا جس کی طرف سے وہ ہونیکا دعویٰ کرتا ہے- اگر وہ سچا ہو برعکس اسکے اس بات سے انکار نہیں ہوسکتا کہ ڈوئی کا فریق مقابل کوئی معمولی آدمی نہیں ہے...... ڈوئی نے ابھی تک کوئی اظہار رائے نہیں کیا لیکن اگر وہ اس نئی قسم کے چیلنج کو منظور کرنے سے انکار کردیگا تو اسکے مُریدوں کی تعداد میں ضرور کمی آنی شروع ہو جاویگی" +

ایسا ہی شکاگو کا ایک اخبار لکھتا ہے:- "ڈوئی کو جو الیاس ہونیکا دعویٰ رکھتا ہے- دُعا کے ایک مقابلہ میں بُلایا گیا ہے جس کا نتیجہ موت ہوگا +

مرزا غلام احمد ایک مسلمان جو مسیح موعود ہونیکا دعوےٰ کرتا ہے یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ جھوٹا کون ہے* الیاس ڈوئی کو چیلنج دیا گیا ہے کہ وہ دعا میں مقابلہ کرے- چیلنج کا دینیوالا مرزا غلام احمد

* اِس اخبار میں مسیح موعود اور ڈوئی کی تصویریں ایک ہی جگہ چھاپی گئی ہیں مسیح موعود کی تصویر کے نیچے یہ لکھا ہے "مرزا غلام احمد مشرق یعنی ہندوستان کا مسیح جس نے الیاس ڈوئی کو دُعا کے مقابلہ کے لئے چیلنج دیا ہے" اور ڈوئی کی تصویر کے نیچے یہ لفظ ہیں "جان الگزنڈر ڈوئی شکاگو کا مدعی الیاس ہونیکا جس نے ابتک مسلمان مسیح کے چیلنج کا کچھ بھی جواب نہیں دیا" +

قادیانی ہے۔مرزا صاحب اپنے چیلنج میں لکھتے ہیں کہ اے جھوٹے مدعی دُعا کو ہتھیار بنا کر میرے ساتھ مقابلہ کر۔ آؤ ہم دونوں زمین پر جھک جائیں اور خدا سے دُعا کریں کہ جو ہم دونوں میں سے جھوٹا ہے وہ پہلے ہلاک ہو۔ ڈوئی نے چیلنج کو منظور نہیں کیا اور نہ ہی ابتک انکار کیا ہے غالباً بہاؤ کی خوشگوار ہوا میں وہ جواب تجویز کر رہا ہے۔ ممکن ہے کہ بحیثیت فریق ثانی چیلنج ہونے کے وہ شرائط میں کچھ تبدیلی چاہے اس صورت میں اسکی درخواست یہ ہوگی کہ بجائے دُعا کے گالیوں میں مقابلہ کیا جاوے+۔ اور جو دُوسرے کو زیادہ گالیاں دے سکے وُہی فتحیاب سمجھا جاوے شائد وہ چیلنج کو حقارت کی نظر سے دیکھے اور مرزا غلام احمد کو کہے کہ پہلے تم ایسی شہرت حاصل کرلو خواہ کچھ ہی ہو ڈوئی اس چیلنج کو یونہی رد نہیں کرسکتا دعوے کے لحاظ سے مرزا صاحب کا دعوےٰ ہلکا نہیں ریویو آف ریلیجنز جسمیں یہ چیلنج چھپا ہے کہتا ہے کہ مرزا صاحب وہ مسیح موعود ہیں جو دُنیا کی اصلاح کیلئے عین اسوقت بھیجے گئے ہیں جو بائیبل کی پیشگوئیوں کے حساب کے رُو سے مسیح کے آنیکا وقت ہے ان کی جماعت ایک لاکھ تک پہنچ چکی ہے اور زور سے ترقی کر رہی ہے۔ اس مسیح کی تعلیم یہ ہے کہ مسیح ایک انسان تھا الوہیت سے خالی مگر راستباز۔ مرزا صاحب یہ بھی لکھتے ہیں راسکے بعد وہی جو اخبارات ہیں جو اخبار لٹریری ڈائیجسٹ نے حضرت مسیح موعود کی تحریروں سے نقل کئے ہیں) اخیر پر یہ اخبار پُرزور الفاظ میں یُوں لکھتا ہے "کیا ڈوئی اس مقابلہ کو منظور کریگا۔ مرزا صاحب نے کونسا پہلو اپنی رعایت کا رکھا ہے کہ وہ نہ منظور کرے "

ایسا ہی دُوسرے اخباروں کی رائے ہے ڈوئی کے نام جو چھٹی لکھی گئی تھی اسکو ایک سال گذر چکا۔ مگر ڈوئی نے اب تک ایک لفظ بھی مُنہ سے نہیں نکالا نہ قبول کرتا ہے اور نہ انکار کرتا ہے ہاں الیاس ہونے کا جو اسکا دعوےٰ تھا اس نے بہت خفیف کر دیا ہے۔ ایک چھٹی میں جو ۲۳۔ جون ۱۹۰۳ء کی لکھی ہوئی ہے اور مفتی محمد صادق صاحب فنانشل سکرٹری انجمن اشاعت اسلام کے نام آئی ہے وہ لکھتا ہے "میں صاف صاف بیان کرنا چاہتا ہوں کہ یہ اعتقاد کہ میں الیاس کے رنگ میں اور اسکی خو پر آیا ہوں۔ میرے سلسلہ میں داخل ہونیکے لئے لازمی نہیں ہے۔ اس معاملہ میں میں نے یہ وسعت دے رکھی ہے کہ خواہ کوئی شخص مجھے الیاس مانے یا نہ مانے میرے سلسلہ میں داخل ہوسکتا ہے۔ ہاں اسکو یہ نہیں چاہیئے کہ وہ اُن لوگوں سے جھگڑا کرے جو اس بات کو مان چکے ہیں۔ میری نیچ کو ماننا

+ یاد رہے کہ امریکہ کے اخباروں میں ڈوئی اپنے مخالفوں کو سخت گالیاں دینے کے سبب سے بہت بدنام ہے۔

سلسلہ میں داخل ہونے کے لئے ضروری نہیں ہے۔" مگر ہم کہتے ہیں کہ اگر ڈاکٹر ڈوئی کا یہی منشا شروع سے تھا۔ کہ اسے مسیح کا خاص رسول یا الیاس ماننا ضروری نہیں ہے تو پھر اس قدر شور کا کیا فائدہ تھا۔ اس نے دعویٰ تو کر دیا ہے مگر اس دعوے کی صداقت کا وہ خود قائل نہیں ہے کیونکہ اگر اس دعوے کی سچائی پر اسے یقین کامل ہوتا تو وہ ایسا بودا پن اور اخلاقی کمزوری نہ دکھاتا۔ سچے مدعی کو جو اپنی صداقت پر یقین کامل حاصل ہوتا ہے وہ اسکے دل کو ایک ایسی طاقت دیتا ہے جس سے وہ بغیر تزلزل کے ہر ایک مشکل کا سامنا کرتا اور بالآخر اس پر غالب آتا ہے لیکن جو انسان ذرا ذرا سے لالچ پر اپنا دعوےٰ چھوڑنے کو تیار ہو جائے اسے اپنی صداقت پر کیونکر یقین ہو سکتا ہے۔ ڈوئی بجائے اس کے جو اپنے دعویٰ کا کوئی ثبوت پیش کرتا آہستہ آہستہ اس دعوے کو چھوڑ رہا ہے اور اس سے اگلا قدم اس کا اس دعوے سے صاف استعفا ہو گا۔ جبتک اسے کوئی جواب نہ ملا تھا تو وہ گالیوں پر گالیاں اور دھمکیوں پر دھمکیاں دیتا رہا کہ جو لوگ مجھے الیاس نہیں مانتے وہ سب ہلاک ہو جائینگے کیا عیسائی اور کیا مسلمان۔ لیکن جب ایک معیار اس کے سامنے پیش کیا گیا جس سے اسکے دعوے کی صداقت معلوم ہو تو اب وہ کہتا ہے کہ اس امر کی کوئی ضرورت ہی نہیں کہ کوئی مجھے الیاس مانے یا نہ مانے۔ پس جن دس ہزار مریدوں کا وہ دعوےٰ کرتا ہے وہ اسکے سچے پیرو نہیں کہلا سکتے۔ ممکن ہے کہ ان میں سے ایک بھی ایسا نہ ہو جو اسکے دعویٰ کو تسلیم کرتا ہو۔ مگر علاوہ اسکے معلوم ہوتا ہے کہ ڈوئی اپنے جھوٹ کو آپ ہی محسوس کرتا ہے کیونکہ نہ وہ حضرت مسیح موعود کی دعوت کو قبول کرتا ہے اور نہ اس میں یہ جرأت ہے کہ اسکو رد کر سکے۔ تھوڑے ہی دن ہوئے ہیں کہ وہ پیشگوئی کر رہا تھا کہ سب مسلمان میرے سامنے تباہ ہو جائینگے لیکن اب جب اسکے سامنے ایک خاص آدمی مقابلہ میں پیش کیا جاتا ہے تا کہ اسی کی ہلاکت کیلئے وہ دعا کرے تو وہ خاموش ہو گیا ہے۔

بعض امریکہ کے اخباروں میں یہ لکھا ہے کہ ڈاکٹر ڈوئی کے مرید کہتے ہیں کہ اسکے پاس اتنا وقت نہیں کہ وہ کسی پنجابی سے مقابلہ کرے۔ مگر سوال یہ نہیں کہ کوئی مدعی مسیحیت پنجابی ہے یا ناصری ہے بلکہ سوال تو یہ ہے کہ سچا کون ہے اور جھوٹا کون۔ ڈاکٹر ڈوئی ایک مسیح کا منتظر ہے اور ایک ایسا شخص جو ڈوئی کے مشہور ہونے سے پہلے مسیحیت کا دعوےٰ کر چکا ہے اسے اطلاع دیتا ہے کہ میں مسیح ہوں۔ اور ایک ایسا راستہ اسے بتاتا ہے جسے اختیار کر کے وہ اسکے دعوے کی سچائی کو معلوم کر سکتا ہے ڈوئی یہ تو نہیں کہسکتا کہ مسیح اسکے نئے بنے ہوئے شہر میں ہی نازل ہو گا جسکا نام اسنے

سیحون رکھا ہے اسلئے اسکا فرض ہے کہ جہاں کہیں مسیح ظاہر ہو اسکو تلاش کر کے اس کے حکم کو مانے۔ علاوہ اسکے جو طریق فیصلہ حضرت مسیح موعود نے پیش کیا ہے وہ لمبے وقت کو نہیں چاہتا۔ اسکو یہ تو نہیں کہا جاتا کہ وہ کوئی شہر بنا دے یا گوٹے کا کارخانہ تیار کرے۔ صرف خدا تعالیٰ کے پاس دُعا کرنا ہے اور یا اس واقعہ کا شائع کرنا۔ اور پھر معیار بھی صرف دُعا رکھا گیا ہے اگر ڈوئی یہ سمجھتا ہے کہ واقعی خدا تعالیٰ نے اسے بھیجا ہے تو پھر وہ خدا پر بھروسہ کیوں نہیں کرتا اور اپنا معاملہ خدا کو سپرد کرنے سے کیوں جھجکتا ہے۔ کیا دُعا کی قبولیت معیار صداقت نہیں؟ یا کیا خدا تعالیٰ بھول کر جھوٹے کی مدد کر دیگا؟ اور سچے کو اسکے سامنے ہلاک کریگا۔ علاوہ ازیں ڈوئی کو تو یہ دعوے بھی ہے کہ وہ تمام بیماریوں سے لوگوں کو شفا دیسکتا ہے۔ اگر یہ سچ ہے تو ضرور ہے کہ اس میں یہ طاقت بھی ہو کہ وہ دُعا کے ذریعہ بیماریوں کو ٹال سکے اور اسطرح جتنی مدت چاہے وہ اپنی صحت کو قائم رکھکر زندہ رہ سکتا ہے اسلئے اسکا فرض ہے کہ اس مقابلہ میں نکلے۔

ایک یاد امریکہ کے اخباروں نے یہ خیال کیا ہے اور ممکن ہے کہ ڈاکٹر ڈوئی کو بھی یہ غلطی لگی ہو کہ ایسی دُعا کے کرنے میں کہ جھوٹا پہلے ہلاک ہو۔ حضرت مسیح موعود نے اپنے لئے کوئی فائدہ سوچا ہے جو دعوت ڈوئی کو دیگئی تھی اسمیں صاف اس امر کا اظہار کر دیا گیا تھا کہ ظاہری اسباب کے لحاظ سے اگر کسی فریق کو اسمیں کچھ فائدہ ہے تو وہ ڈاکٹر ڈوئی کو حاصل ہے۔ مسیح موعود کی عمر اس وقت غالباً ۶۷ برس سے اوپر ہے۔ حالانکہ ڈوئی کی عمر قریباً ۵۶ سال کی ہے اسلئے عمر کے لحاظ سے ڈاکٹر ڈوئی صریح فائدہ میں ہے اور اگر کسی اور پہلو سے بھی فائدہ ہے وہ ڈاکٹر ڈوئی کو ہی ہے حضرت میرزا صاحب اسوقت قریباً ستر سال کی عمر تک پہنچ چکے ہیں۔ اور یہ انسان کی اوسط عمر کی حد ہے جو لوگ اس سے زیادہ عمر پاتے ہیں ان کی تعداد نسبتاً بہت کم ہے۔ پس قدرت کے قوانین کو مدنظر رکھکر ڈاکٹر ڈوئی کو آپ سے بہت عرصہ پیچھے تک زندگی کی امید کرنی چاہئے۔ علاوہ اس کے پنجاب کے ایک گاؤں اور امریکہ کے ایک نئے بنے ہوئے شہر کا صفائی کے لحاظ سے مقابلہ کرنے سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر ڈوئی صریح فائدے میں ہے۔ بلکہ طاعون جو تباہی ہندوستان میں اور خصوصاً پنجاب میں دکھلا رہی ہے اسکو دیکھ کر کون انسان ایک دن بھی زندہ رہنے کا دعوے کر سکتا ہے۔ بالخصوص پنجاب کے دیہات میں جو سب سے زیادہ طاعون کی تباہی کا نشانہ ہو رہے ہیں۔ ان دیہات میں سے بہت سے بالکل ویران ہو چکے ہیں اور بیشمار گھروں کے گھر

خالی ہو چکے ہیں۔ انہیں دیہات میں سے جن کی تباہی سے یہ حالت ہو رہی ہے۔ ایک گاؤں میں ایک شخص کھڑا ہوتا ہے جو بظاہر انسانی عمر کی حد تک پہنچ چکا ہے اور اپنے سے ایک گیارہ سال چھوٹے شخص کو جو بظاہر نہایت امن کی حالت میں اور صفائی اور آب و ہوا کے لحاظ سے بھی نہایت عمدہ جگہ میں رہتا ہے یہ دعوت کرتا ہے کہ وہ دعا کرے کہ جھوٹا پہلے ہلاک ہو۔ کیا کوئی سمجھدار آدمی اس کو ہنسی کی بات خیال کر سکتا ہے اگر ڈاکٹر ڈوئی اس دعوت کو قبول کرے تو ہر ایک رعایت جو ظاہری اسباب کے لحاظ سے ہو سکتی ہے اسی کے حق میں ہے۔ اور اگر ڈوئی اس دعوت کو قبول نہ بھی کرے تو بھی صرف ایسی چیلنج کا دینا ہی اس امر کا ثبوت ہے کہ چیلنج دینے والا اس طاقتور خدا کیطرف سے آیا ہے جسکو یہ قدرت ہے کہ اپنے بندے کیلئے جسطرح چاہے ظاہری اسباب کو توڑ کر کام لے۔

لیکن ڈاکٹر ڈوئی اکیلا ہی ایسے مقابلہ کے لئے نہیں بلایا گیا۔ اخبار سنڈے سرکل لنڈن مورخہ ۱۴ فروری ۱۹۰۳ء میں ایک قدر پیشگوئی صریح اور معین اسی چیلنج کی طرح کی (مگر چیلنج نہیں) حضرت مسیح موعود کیطرف سے شائع ہوئی ہے۔ چنانچہ اخبار مذکور لکھتا ہے۔

سب سے آخری مسیح

پادری پگٹ کا ایک ہندوستانی حریف

وہ عام جوش جو پگٹ کے دعوے پر کہ میں یسوع مسیح ہوں پھیلا تھا ابھی تک ہمارے ناظرین کے دلوں سے فراموش نہیں ہوا ہوگا۔ اسلئے یہ خبر ان کے لئے باعث دلچسپی ہوگی کہ مشرق میں ہندوستان کے صوبہ پنجاب میں ایک اسی دعوے کا مدعی پیدا ہوا ہے جو پگٹ نے کیا تھا۔ اس سب سے آخری مسیح کا نام مرزا غلام احمد ہے اور وہ قادیان میں رہتے ہیں جسکے وہ رئیس ہیں انہوں نے ابھی ایک اشتہار یورپ اور امریکہ میں اشاعت کے لئے بھیجا ہے جسکا عنوان ہے کہ ایک لوہیت کے مدعی کو تنبیہ۔ جس سے مراد ان کی پگٹ صاحب ہی معلوم ہوتا ہے کہ پگٹ کے پرائیویٹ سکرٹری نے مرزا غلام احمد صاحب کو وہ اشتہار جنمیں اسکے جھوٹے دعووں کا ذکر تھا بھیجے تھے۔ ہندوستان کا مسیح پگٹ کے اس دعوے کو گستاخی اور کفر کا دعوے کہتا ہے اسکے بعد مرزا غلام احمد کپکپا دینے والے لفظوں میں پگٹ کو اسکے دعوے پر تنبیہ کرتا ہے وہ کہتا ہے:-

"یہ امر خدا کی غیرت کو بھڑکانے والا ہے کہ ایک شخص انسان ہو کر پھر خدا بنتا ہو اور زمین و آسمان کا پیدا کرنیوالا اپنے تئیں قرار دیتا ہے اور اسطرح پر خدا کے مقدس نبیوں کی بےعزتی کا بھی موجب ہوتا ہے۔ اسلئے میرے سچے اور پاک اور کامل خدا نے مجھے مامور فرمایا ہے کہ مَیں ایسے شخص کو آنیوالی سزا سے متنبہ کروں کہ اگر وہ اِس گستاخی سے توبہ نہیں کریگا تو ہمارے دیکھتے ہوئے اور ہماری زندگی میں ہی بہت قریب عرصہ تک اِس دُنیا سے ایک شدید عذاب کے ساتھ رخصت ہو جائیگا جو محض خدا کیطرف سے ہوگا نہ انسان کے ہاتھ سے۔ یہ عذاب کا وعدہ اس خدا کی طرف سے ہے جو زمین و آسمان کا خدا ہے اسکی غیرت ایسا کریگی تا آئندہ کوئی انسان ہو کر ایسے جھوٹے دعووں سے زمین کو ناپاک نہ کرے۔"

اگرچہ ہندوستان کا نبی سچا مسیح ہونیکا دعوے کرتا ہے اور کہتا ہے کہ مَیں مسیح کی طبیعت اور اسی کی خو پر آیا ہوں لیکن وہ یہ مانتا ہے کہ میں انسان ہوں اسکا یہ دعویٰ ہے کہ ہزارہا نشان اسکے ہاتھ پر ظاہر ہو چکے ہیں اور ایک لاکھ انسان میرے ہاتھ پر توبہ کر چکے ہیں۔ اس عجیب اشتہار کے اخیر پر وہ یوں لکھتے ہیں "اگر مَیں پگٹ کے پہلے مر گیا تو پھر مَیں خدا کی طرف سے سچا مسیح نہیں ہوں لیکن اگر میںنے اُسکی موت کو دیکھ لیا جو میری دُعا کا نتیجہ ہوگی تو پھر سمجھو کہ میں سچا مسیح ہوں اور خدا کیطرف سے ہوں۔ ہم دونوں ایک طاقت کے قبضہ میں ہیں اور وہ قادر خدا سچے مسیح کو دکھلادیگا کہ جھوٹا اسکی زندگی میں ہی مر گیا۔ میری عمر اسوقت ۶۵ برس سے اوپر ہے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ پگٹ مجھ سے ۱۵ سال چھوٹا ہوگا۔

ہم دیکھتے ہیں کہ مرزا صاحب کی پیشگوئی بڑی صاف ہے انکا یہ بھی دعوے ہے کہ ان کی سینکڑوں پیشگوئیاں اس سے پہلے پوری ہو چکی ہیں اسلئے اس پیشگوئی کا بھی دلچسپی سے انتظار کیا جاویگا۔"

اخبار سنڈے سرکل کی اس تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ وہی شخص جس نے ایک جھوٹے مدعی کو یہ چیلنج دیا ہے کہ وہ اسکے بالمقابل دُعا کرے کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں ہلاک ہو جاوے اسی نے ایک دوسرے مفتری کی نسبت جو عمر میں اس سے پندرہ سال چھوٹا ہے یہ پیشگوئی کی ہے کہ وہ اسکی زندگی میں ہلاک ہو جاویگا۔ کیا ایسی پیشگوئی انسانی طاقت کے اندر ہے اگر پگٹ یا ڈوئی کو اپنی صداقت کا کچھ بھی یقین ہوتا تو وہ کبھی اس طرح سے خاموشی اختیار نہ کرتے ہندوستان

اور پنجاب میں کئی آدمیوں نے اسی طرح بالمقابل دُعا کی کہ جھوٹا سچے کی زندگی کے اندر مر جائے اور وہ سب حضرت مسیح موعود کی زندگی میں ہی مر گئے۔ ڈوئی کو چاہئے کہ مسیح پر جو اس کا ایمان ہے اسکا کچھ ثبوت دے۔ چونکہ اسکا یہ بھی دعوے ہے کہ مَیں مسیح سے پہلے بحال کرنے کے لئے آیا ہُوں۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مسیح کی آمد تک ضرور زندہ رہیگا۔ ورنہ اس کی ساری تیاری خاک میں ملجائیگی اور جس صورت میں وہ ابھی اور پچیس سال تک مسیح کے انتظار میں ہے تو اسے یہ بھی اُمید ہونی چاہئے کہ تب تک وہ زندہ رہیگا۔ پھر اسے کیا اندیشہ ہے کہ ایسے آدمی کے خلاف جو ایک طاعون زدہ مُلک میں ستر سال کی عمر کو پہنچا ہُوا ہے وہ یہ دُعا کرے کہ جھوٹا پہلے ہلاک ہو جاوے اور ایسی ہلاکت کو کذب کا نشان سمجھے۔ اگر مسیح جلدی آ گیا یا اگر اور پچیس سال تک مسیح موعُود زندہ رہے تو بھی اسے فکر نہیں کرنا چاہئے کیونکہ مسیح کے آنے سے خُود اس کے مخالفوں کے دعوے باطل ہو جاوینگے اور چونکہ بحیثیت الیاس ہونے کے ڈوئی صاحب اُسوقت مسیح کے وزیر ہونگے اِس لئے وہ مسیح سے درخواست کر سکتے ہیں کہ وہ ان کے مخالف کو فی الفور ہلاک کر دے۔ ایک امریکہ کے اخبار نے لکھا ہے کہ شرط یہ نہیں ہونی چاہئے کہ جھُوٹا سچے کی زندگی میں ہلاک ہو جاوے بلکہ یہ کہ جھوٹا فی الفور ہلاک ہو جاوے۔ لیکن اسکو علم نہیں ہوگا کہ مسیح سے کتنی مُدت بعد یہودیوں اور یروشلم پر تباہی آئی تھی۔ جب اپنی مجوزہ صورت میں یہ مقابلہ ایک آسمانی نشان کے رنگ میں ہے تو پھر شرطیں تجویز کرنا ایمان داری نہیں ہے کیا یہ بات اِنسان کی طاقت میں ہے کہ وہ کہدے کہ فلاں شخص میری زندگی میں ہلاک ہو جاویگا ✣

عِصمتِ انبیاء پر پادری مانزو کے رسالے

"جناب ایڈیٹر صاحب! مجھے ریویو آف ریلیجنز کا جولائی کا نمبر پہنچا اور مَیں نے دیکھا ہے کہ اسکے چالیس صفحوں میں سے تیس صفحوں میں میرے ایک رسالے پر ریویو ہے۔ غرض یہ ہے کہ یہ رسالہ کوئی نئی تصنیف نہیں ہے جیسا کہ ریویو کی تمہیدی ریمارکس سے شک گذرتا ہے بلکہ محض اس

خط و کتابت کو جو جنوری ۱۹۰۳ء سے چند ماہ پہلے اپی فینی میں چھپتی رہی تھی دوبارہ ایک رسالے کی صورت میں کسیقدر نئے نوٹوں کے ساتھ شائع کیا گیا ہے اور ان چٹھیوں کی جب وہ اخبار مذکور میں چھپتی تھیں مرزا صاحب کو بخوبی اطلاع تھی۔ اس خط و کتابت کے بعض حصّوں پر بحث کرتے ہوئے جو بیانات میگزین میں کئے گئے ہیں میں اُنکی تردید کرنے کو بالکل تیار ہوں اگر مرزا صاحب میرے لئے راستہ کھول دیں۔ اپی فینی میں اس خط و کتابت کا سلسلہ اسلئے بند ہو گیا تھا جیسا کہ مرزا صاحب کو بخوبی علم ہونا چاہئے کہ مرزا صاحب نے اپنے اس دعوے کی تائید میں کہ قرآن شریف میں ذنب انسانی کمزوری کے معنوں میں آیا ہے۔ کوئی قرآن شریف کی آیت پیش نہیں کی۔ یہی نقص قرآن شریف کی آیت کو پیش نہ کرنیکا جُون کے ریویو میں اور پھر جولائی کے ریویو میں ظاہر ہے۔ جب اس جائز درخواست کو کہ قرآن شریف کی ایسی آیت پیش ہونی چاہئے پورا کر دیا جاویگا تو اسوقت مرزا صاحب کو یہ کہنے کا حق ہوگا کہ انہوں نے آخر کار اور بہت توقف کے بعد اس خط و کتابت کی بڑی تنقیح کو طے کر دیا ہے جب تک یہ نہ کیا جاوے تو دُوسرے امور پر لکھنے سے خواہ وہ تحریریں کتنی ہی لمبی کیوں نہ ہوں یہ امر واقع چھپ نہیں سکتا کہ ضروری تنقیح کو مرزا صاحب جان بُوجھ کر ٹالتے ہیں۔ ان حالات کے ماتحت انہیں مجھ سے یہ اُمید نہیں کرنی چاہئے کہ میں بحث کے دُوسرے پہلو پر غور کروں اور نہ ہی اپی فینی کے ایڈیٹر سے کبھی یہ امید رکھنی چاہئے کہ وہ اس خط و کتابت کو پھر کھولیگا۔ بڑی تنقیح جیسا کہ میں کہہ چکا ہُوں وہ یہ ہے کہ قرآن میں جو لفظ ذنب ۳۷ مقام پر آیا ہے جیسا کہ پادری اپسن نے بیان کیا ہے اِن میں سے کونسے مقام کو مرزا صاحب اپنی رائے کی تائید میں پیش کرتے ہیں۔ ابتک اس قسم کی کوئی آیت پیش نہ کرنے سے حالانکہ بار بار ان سے مطالبہ کیا گیا ہے مرزا صاحب کا مقدمہ خارج ہو چکا ہے اور اب اسکی دوبارہ سماعت اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ وہ اِس نقص کو دُور کر دیں جسکی وجہ سے انکا مقدمہ خارج کیا گیا ہے۔"

آپ کا تابعدار جیمس مارزو

مارزو صاحب کا یہ خیال ہے کہ اب عصمت کے مضمون پر قلم اُٹھانے سے ہم روکے گئے ہیں جبتک کہ پادری صاحب بحیثیت جج یہ فیصلہ نہ دیں کہ ہمنے ذنب کے معنے درست کئے ہیں۔ لیکن یہ ان کی غلطی ہے ان کا یہ عُذر کہ یہ رسالہ نئی تصنیف نہیں ہے قابل سماعت نہیں کیونکہ بہرحال پبلک کے سامنے یہ نئی صورت میں پیش ہُوا ہے اور ہمیں حق حاصل ہے کہ اسپر ریویو کریں۔ پادریصاحب نے معلوم ہوتا ہے اتنی تکلیف نہیں اُٹھائی کہ عصمت پر وہ ہمارے اس تئیں صفحے کے مضمون کو

پڑھ بھی لیتے جس کا وہ حوالہ دیتے ہیں کہ جولائی کے میگزین میں اُنھوں نے دیکھا ہے اگرچہ باوجود اس لاعلمی کے بھی کہ ہمنے اس مضمون میں کیا لکھا ہے پادری صاحب لکھتے ہیں کہ میں "اس کی تردید کے لئے بالکل تیار ہُوں" حالانکہ مضمون کو پڑھا ایک دفعہ بھی نہیں۔ شائید پادری صاحب کے نزدیک نیک نیتی سے اور ایمانداری سے مباحثہ کرنا اسی کا نام ہے۔ لیکن اگر وہ ہمارے اس مضمون کو پڑھ لیتے تو اُنہیں یہ خط لکھنے کی حاجت ہوتی کیونکہ ہمنے تمہید میں لکھ دیا تھا کہ ہم انبیاء کے ان افعال پر جنکو گُناہ کہا جاتا ہے بحث کرنے کے بعد اس مسئلہ کے دُوسرے پہلوؤں پر بھی غور کرینگے جن میں لفظ ذنب پر بحث بھی ہوگی۔ دیکھو صفحہ ۲۵۵ سطر ۹-۱۰-۱۱ +

پادری مازو صاحب مباحثہ میں حیلوں کو خُوب کام میں لاتے ہیں اور اظہار حق ہرگز نہیں چاہتے جب مفتی محمد صادق صاحب نے ۲۴- اگست ۱۹۰۲ء کے اپی فینی میں خط لکھا تھا جسمیں اُنھوں نے ریویو آف ریلیجنز کی بناء پر تین وجوہات پیش کئے تھے کہ ذنب کے معنے کلام اللہ کی اِن آیات میں جہاں انبیاء کے ذنب کا ذکر ہے صرف انسانی کمزوری ہیں تو پادری مازو نے اسوقت یہ جواب دیا تھا کہ چونکہ قرآن شریف میں انبیاء کیطرف..... ایسے افعال منسوب کئے گئے ہیں جو گناہ کے مفہوم میں آتے ہیں اسلئے ذنب کے یہ معنی انبیاء کے متعلق نہیں لئے جا سکتے۔ لیکن اب جب ہمنے یہ ثابت کیا کہ قرآن شریف میں کسی نبی کے کسی گُناہ کا ذکر نہیں ہے تو پادری صاحب کہتے ہیں کہ یہ باتیں ہی غیر متعلق ہیں اور وہ اس طرف توجہ نہیں کر سکتے۔ تعجب ہے کہ ایک طرف تو ذنب کے معنوں کی تردید میں کس زور وشور سے اس بحث کو پیش کیا۔ کہ انبیاء کے گُناہوں کا ذکر قرآن شریف میں ہے اور جب اس باطل خیال کی تردید کیگئی تو جواب یہ دیتے ہیں کہ یہ غیر متعلق باتیں ہیں پادری صاحب کیوں عمداً پبلک کو دھوکہ دے رہے ہیں اور اگر وہ اپنے آپ کو اس الزام سے بری سمجھتے ہیں تو پھر وہ دوسری مثل ان پر صادق آئیگی کہ دروغگو را حافظہ نباشد۔ ۱۳ ستمبر ۱۹۰۲ء کے اپی فینی میں پادری صاحب نے یہ مضمون چھپوایا تھا جو اب انکے رسالہ میں پھر چھپا ہے۔ جسکو ہم شبہ کے دُور کرنیکے لئے ان کے الفاظ میں یہاں نقل کرتے ہیں:- +

"قرآن شریف میں یہ لکھا ہے کہ کس طرح حضرت آدمؑ نے خُدا کی نافرمانی کی اور ممنوع پھل کھایا پھر اسی سورۃ اعراف میں یہ لکھا ہے کہ کس طرح حضرت آدمؑ شرک جیسے گُناہ کے مرتکب ہُوئے۔ آدمؑ کے ان افعال کا جنکا ذکر قرآن شریف میں ہے۔ مُفتی صاحب کیا نام رکھتے ہیں کیا ان کو ذنوب

فعلوں میں سے ہر ایک فعل گناہ تھا یا انسانی کمزوری جو صرف فطرتِ انسان میں ہے ایسا ہی یہ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت ابراہیم نے تین دفعہ جھوٹ بولا۔ کیا یہ جھوٹ گناہ تھے یا صرف انسانی کمزوری۔ حضرت موسےٰ کی نسبت سورۂ قصص میں یہ ذکر ہے کہ اس نے ناحق ایک خون کیا۔ کیا مفتی صاحب کی رائے میں یہ گناہ تھا یا انسانی کمزوری۔ پھر سورۂ اعراف میں مفصل ذکر ہے کہ کیونکر ہارون نے اسرائیلیوں کو گوسالہ پرستی میں مدد دی اور ترغیب دی۔ کیا مفتی صاحب محمد صادق صاحب کے نزدیک ہارون کا یہ فعل گناہ تھا یا نہیں میں اس فہرست کو بہت لمبا کر سکتا ہوں۔ اور حضرت نوح۔ یونس۔ داؤد وغیرہ علیہم السلام کے گناہ قرآن کریم میں دکھا سکتا ہوں۔ لیکن بالفعل اسی قدر کافی ہے۔" اب دیکھنا چاہئے کہ کس قدر اصرار کے ساتھ مارزو یہ مطالبہ کرتا ہے اور اس فیصلہ کو کہ آیا انبیاءؑ کے یہ فعل گناہ تھے یا نہیں۔ ذنب کے معنوں کے تصفیہ کے لئے کس قدر ضروری سمجھتا ہے۔ لیکن جب اصل حقیقت ان باتوں کی پیش کیگئی تو کس چالاکی سے وہ ہمیں خط لکھتا ہے کہ ان باتوں کی اسے کچھ ضرورت نہیں۔ پہلے تو سوال پر سوال کرتا جاتا ہے کہ فلاں نبی کے فلاں فعل کا جس کا ذکر قرآن شریف میں ہے کیا نام رکھنا چاہئے اور جب جواب دیا جاتا ہے تو کس دلیری سے وہ اُلٹا الزام ہمکو دیتا ہے کہ ہم امر تنقیح طلب کو ٹال رہے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ پادریصاحب کو اپنے مطلب کیلئے کوئی ٹیڑھا راستہ اختیار کرنے میں کسی قسم کی شرم یا پرہیز نہیں ہے۔ ایسے شخص کو کس طرح یقین دلایا جاسکتا ہے کہ انبیاء واقعی معصوم تھے۔ جبتک کہ پہلے اسے اس بڑے دھوکے سے نہ نکالا جاوے جو وہ سمجھتا ہے کہ یسوع مسیح آسمان پر چڑھ گیا تھا۔ اور جبتک اسے یہ معلوم نہ ہو جائے کہ یہ اسکا فرضی خدا مٹی کے نیچے پڑا ہے۔ ہاں سری نگر کی مقدس خاک میں لیٹا ہُوا ہے۔ پادریصاحب سے ہمارا ایک اَور سوال بھی ہے کہ کیا استغفار کے ان معنوں کو جو ہمنے کئے ہیں وہ صحیح تسلیم کرتے ہیں یا نہیں یعنی یہ کہ استغفار صرف گناہوں کی معافی مانگنے کا نام ہی نہیں ہے بلکہ گناہ سے حفاظت طلب کرنا بھی اسکا اعلیٰ اور اہم مفہوم ہے اسکا ثبوت ہم بارہا پیش کر چکے ہیں اور دکھا چکے ہیں کہ جنتی جنت میں داخل ہونے کے بعد بھی ہمیشہ کے لئے استغفار کرتے رہیں گے۔ ہم اُمید کرتے ہیں کہ پادری صاحب اس کا جواب دے کر ہمیں ممنون کرینگے۔

پادری مارزو کو یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ مسیح موعود کبھی کسی مباحثہ میں اسکو فریق ثانی نہیں بنے۔

اس کا یہ کہنا کہ حضرت مرزا صاحب کو اپنی فیبنی کے سارے مضامین سے بخوبی اطلاع تھی یا یہ کہ جو بحث پادری صاحب نے شروع کی تھی اسکے بند ہونیکا ان کو علم تھا سیاہ جھوٹ ہے حضرت مسیح موعود کی طرف سے ایک مفصل مضمون عصمتِ انبیاء پر مئی ۱۹۰۲ء کے پرچے میں چھپا تھا اور پادری ابتک اسکے جواب میں خاموش ہیں۔ پادری مانزو نے بہت ساری دلیلوں میں سے صرف ایک دلیل کو پکڑا یعنی ذنب کے معنوں پر بحث شروع کی لیکن حضرت مسیح موعود کے مضمون میں یہ بحث صرف دو صفحوں میں منجملہ ۴۵ صفحوں کے درج تھی اور جب تک پادری مانزو حضرت مسیح موعود کے مضمون کے اصلی اور بڑے حصہ پر..... بحث نہ کریں اور یا صاف لفظوں میں یہ اقرار نہ کریں کہ مجھے اس سارے مضمون پر کوئی اعتراض نہیں۔ حضرت مسیح موعود کا یہ فرض نہیں ہے کہ وہ پادری صاحب کے لغو اور پوچ اعتراضوں کا جواب دیں۔ پادری صاحب کو اس سارے مضمون کو ایک مضمون سمجھکر معرض بحث میں لانا چاہیئے اور یا تو وہ کل دلائل پر بحث کریں اور یا صاف صاف کہہ دیں کہ اس حصہ کے سوائے جہاں ذنب کا ذکر ہے مضمون کے باقی حصہ پر انہیں کوئی اعتراض نہیں ہے کیا یہ ایمانداری ہے کہ ایک بڑی چھوٹی سی بات کو لیکر پبلک کو دھوکہ دیا جاوے۔ اور باقی کل کے کل دلائل کا اخفا کیا جاوے۔ کیا پادری مانزو نے ان تمام دلائل پر جو حضرت مسیح موعود نے پیش کئے تھے غور کیا ہے اور اگر نہیں تو کیا اسکو یہ کہتے ہوئے شرم نہیں آتی کہ میں نے مسیح موعود کے دلائل کو توڑ دیا ہے۔ علاوہ بریں ہر ایک شہادت کا وزن تو بحیثیت مجموعی جانچا جا سکتا ہے نہ یہ کہ ایک غیر مستقل ٹکڑے کو لیکر باقی کو علیحدہ کر دیا جائے گویا کہ اس حصے کا باقی بحث سے کچھ تعلق ہی نہ تھا۔ یہ مضمون عصمتِ انبیاء کے اثبات میں لکھا گیا تھا اور منجملہ بہت سارے دلائل کے ایک دلیل یہ بھی تھی کہ ذنب کے معنے انسانی کمزوری ہیں کل گیارہ عنوانوں میں یہ مضمون تقسیم ہوا تھا یعنی ۱۔ نجات اور شفاعت۔ ۲۔ عصمت اور شفاعت میں تعلق۔ ۳۔ قرآن شریف سے ثبوت کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انسان کامل تھے۔ ۴۔ استغفار ۵۔ ذنب اور جرم میں فرق۔ ۶۔ شفاعت کی ضرورت۔ ۷۔ قرآن شریف سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا ثبوت۔ ۸۔ عیسائیوں کا خدا۔ ۹۔ ثبوت قرآن شریف سے کہ آنحضرت کے قول و فعل خدا کی طرف سے تھے۔ ۱۰۔ مسیح موعود کا آنا۔ ۱۱۔ عصمت کے مسئلہ کا اخیری فیصلہ۔

اِن میں سے پادری مازو کا اعتراض صرف پانچویں عنوان پر ہے لیکن اس اعتراض میں بھی وہ ایمانداری سے کام نہیں لیتا۔ حضرت مسیح موعود نے تو ذنب اور جرم میں فرق دکھایا تھا مگر اب مازو اسپر بحث کرتا ہُوا یہ کہتا ہے کہ ہم جرم کے معنوں پر کوئی غور نہیں کرینگے جب تک ذنب کے معنوں کا فیصلہ نہ ہو جائے۔ قرآن شریف لغت کی کتاب تو ہے نہیں کہ اس سے ذنب کے معنے نکالکر پادریصاحب کی تسلّی کر دیجائے بلکہ اس امر کا کہ قرآن شریف نے کسی لفظ کو کن معنوں میں استعمال کیا ہے۔ فیصلہ اسی طرح ہو سکتا ہے کہ قریب المعنے الفاظ کے استعمال۔ سیاق و سباق یا قرآن شریف کے عام مفہوم پر غور کیا جاوے۔ چنانچہ عصمتِ انبیاءؑ کو ثابت کرتے ہوئے انہیں اصولوں پر حضرت مسیح موعود نے ذنب اور جرم کے درمیان فرق دکھایا تھا۔ لیکن پادری مازو سیدھا طریق کبھی اختیار نہیں کرتا وہ ہمیشہ حیلوں سے کام نکالنا چاہتا ہے۔ اور بڑی دلیری سے انکو کام میں لاتا ہے۔ ستمبر کے ریویو کے پرچہ میں ہمنے ذنب کے معنے ثابت کرنے کے لئے چار امور ثابت کئے تھے لیکن پادری مازو کو نہ تو یہ جرأت ہوئی کہ اس مضمون کو اپنے رسالے میں درج کریں اور نہ ہی اسکی تردید کی اِن میں طاقت تھی اور اسلئے انھوں نے مصلحت یہی سمجھی کہ اس مضمون کا کہیں ذکر تک بھی نہ کریں۔ یہ چار امور حسب ذیل ہیں:۔

(۱) لفظ **ذنب** قرآن شریف میں قریبًا چالیس دفعہ استعمال ہُوا ہے حالانکہ جُرم۔ اثم۔ فسق قریبًا دو سو دفعہ استعمال ہوئے ہیں +

(۲) باوجودیکہ الفاظ جرم۔ اثم۔ فسق بمقابلہ ذنب کے اس کثرت سے استعمال ہوئے ہیں لیکن انمیں سے کبھی بھی کوئی لفظ انبیاء کے حق میں نہیں بولا گیا +

(۳) الفاظ جرم۔ اثم۔ فسق کے متعلق قرآن شریف نے صاف صاف بیان کر دیا ہے کہ یہ افعال خدا کے حکم کی نافرمانیاں ہیں جنپر خدا تعالےٰ کی طرف سے سزا کا وعید ہے۔ اور اِن کے کرنے والوں کیلئے جہنم مقرر کیا گیا ہے +

(۴) ذنب کی ایسی تعریف قرآن شریف میں کہیں نہیں کیگئی اور نہ ہی ہر ایک مذنب کے لئے دوزخ کی سزا مقرر کیگئی ہے +

نہ پادری مازو نے اور نہ ہی اس کے کسی دوست نے ان چار امور میں سے ایک کو بھی

غلط ثابت کر کے...... دکھایا - پادری ایبن مانزو کے فاضل مصری دوست نے جو بے وقوفی کی ہے - اسپر ہر ایک شخص جسکو عربی زبان سے کچھ بھی واقفیت ہے ہنسیگا - پادری مانزو حضرت مسیح موعود کو اپنا فریق مخالف تجویز کرنے میں اپنے پایہ سے بڑھ کر جرأت کرتا ہے اسے شائد ابھی اتنا تجربہ نہیں ہوا ہے جیسا لاہور کے فاضل بشپ کو جسنے ایسے مقابلہ سے گریز کی تھی پادریصاحب کو بشپ صاحب سے سبق حاصل کرنا چاہئے تھا شائد مانزو کو یہ خیال ہو کہ بشپ صاحب کو وہ بحث کے حیلے یاد نہ تھے جنمیں پادریصاحب مشاق ہیں مگر اغلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ بشپ صاحب نے سمجھ لیا ہوگا کہ ایسے مباحثہ میں جہاں دونوں فریق برابری کی حیثیت میں ہونگے ایسے حیلے کام نہ دیسکیں گے - کیونکہ اتنا تو ہم جانتے ہیں کہ عرصہ دراز تک بشپ صاحب پادری کا کام کرتے رہے ہیں - اور اسلئے وہ ان سب باتوں سے واقف ہیں ایسے حیلے صرف ایپی فینی کے اخبار میں یا الگ رسالے شائع کرنے میں کام آسکتے ہیں ؎

اب صرف ہمیں چند لفظ پادری مانزو کے اس فیصلہ کے متعلق کہنے ہیں جو اس نے کیا ہے فیصلہ اسکا یہ ہے کہ مرزا صاحب کا مقدمہ بسبب شہادت کے نہ ہونے کے خارج کیا گیا ہے حالانکہ نہ تو اس نے خود حضرت مسیح موعود کی کسی دلیل کا جو عصمتِ انبیاء پر آپ نے تحریر فرمائی ہیں جواب دیا ہے اور نہ ریویو آف ریلیجنز کے اُن دلائل کا جواب دیا ہے جو ذنب کے معنوں کے متعلق اسمیں لکھے گئے تھے - یہ تو ہوا لیکن خود پادریصاحب نے یسوع کی عصمت پر جو اناجیل کی بناء پر حملے کئے گئے تھے انکا آجتک کچھ بھی جواب نہیں دیا - گویا کہ انکے کانوں میں رُوئی بھری ہوئی ہے - ہر ایک دلیل کے جواب میں وہ محض گونگے کیطرح خاموشی اختیار کرتے ہیں - کیا بار بار ان کو توجہ نہیں دلائی گئی کہ جس حالت میں دوسرے انبیاء کو خدا کے کلام میں متقی - صالح - راستباز کہا گیا ہے تو یسوع نے نیک کہلانے سے کیوں انکار کیا - اور پھر علاوہ اس انکار کے اس نے اگر وہ واقعی بے گناہ تھا تو یوحنا کے ہاتھ پر گناہوں سے توبہ کر کے بپتسمہ کیوں لیا - کیا پادری مانزو نے بائیبل کی کسی آیت کا حوالہ دیا ہے جسمیں "میں نیک نہیں ہوں" کے معنے "میں نیک ہوں" لئے گئے ہوں - یا وہ گرامر کا کوئی ایسا قاعدہ پیش کر سکتا ہے جس کے رُو سے ان الفاظ کے معنے کہ "تو مجھے نیک کیوں کہتا ہے" یہ ہونے چاہئے کہ "تجھے چاہئے کہ مجھے نیک کہے" یا انگریزی زبان کی کوئی ایسی ڈکشنری پیش کی ہو جسمیں لکھا ہو کہ

ناٹ گڈ کے معنے نیک ہوتے ہیں کیا اسے معلوم نہیں کہ یہ اور اسی قسم کے اور سوالات ہیں مہینوں سے برابر اسے پوچھے جا رہے ہیں اور ان سب کے جواب میں اسنے اور دوسرے تمام پادریوں نے اب تک خاموشی اختیار کر رکھی ہے دعوے تو یہ ہے کہ ہم ہندوستان میں یسوع کی انجیل کے واعظ اور مفسر ہو کر آئے ہیں اور کرتوت یہ کہ مہینوں سے ایک سوال کا جواب بھی نہیں دیا گیا پادری ہارو کو حضرت مرزا صاحب کے برخلاف اس وجہ پر کہ اسکے اپنے بیان کے مطابق انہوں نے اسکے ایک سوال کا جواب پانچ ماہ تک نہیں دیا۔ یہ فیصلہ دیتے ہوئے کہ عدم ثبوت کی وجہ سے ان کا مقدمہ خارج ہے شرم نہ آئی جب وہ خود مہینوں سے ہمارے متواتر سوالوں کے جواب میں خاموش ہو رہا ہے۔ کیا یہی سچائی ہے جو اس نے انجیل سے سیکھی ہے کیا یہ طریق کسی ایماندار مباحث کے شایانِ شان ہے۔ یہ مصرع گویا پادریصاحب کے لئے ہی لکھا گیا تھا۔ ؎

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

دعوے یسوع کی عصمت کا ہے اور انبیاء کو گالیاں دیجاتی ہیں لیکن پادری صاحب کی موہوم عصمت یسوع پر انجیل ہی کی بناء پر اعتراض کئے جاتے ہیں اور مہینوں سے لگاتار سوالوں کا سلسلہ چلا آتا ہے تو پادری صاحب اپنی ناکامی اور شکست کو چھپانے کے لئے بڑی جراٴت سے یہ کہتے ہیں کہ ہمنے مرزا صاحب کا مقدمہ عدم شہادت کے لئے خارج کر دیا ہے۔ قبل اس کے کہ وہ ایسی بیہودگی کرتا اسے چاہیئے تھا کہ گھر کو صاف کر لیتا۔ اور ان سوالوں کا جواب دے لیتا جو بار بار اس سے پوچھے گئے ہیں یا صاف لفظوں میں اقرار کرتا کہ ان کا جواب دینے سے وہ عاجز ہے اگر ان دونوں راہوں میں سے وہ کوئی راہ بھی اختیار نہیں کریگا تو آئندہ ہم اس سے کوئی واسطہ نہیں رکھیں گے اور نہ اسکی تحریروں پر کوئی غور کرینگے خواہ وہ اپیفینی میں چھپیں یا ہمارے پاس بھیجی جاویں ؛

وہ نبی

بخدمت جناب ایڈیٹر صاحب۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔

ایک بھرت پور کا عیسائی موہن لال نامی اپیفینی مورخہ ۲۰ جون ۱۹۰۳ء میں بیان کرتا ہے

کہ استثنا باب ۱۸ آیت ۲۰ میں دو پیشگوئیاں ہیں ایک سچے نبی کی اور دوسری جھوٹے نبی کی اور جب یہودیوں نے حضرت یحییٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ آیا تو وہ نبی ہے تو ان کا اشارہ اس جھوٹے نبی کیطرف تھا جسکا ذکر استثناء میں ہے اور یہ جھوٹے نبی معاذ اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ بت پرستی اور انسان کی پوجا سے عقلیں کند ہو جاتی ہیں ؎

استثنا کے متعلق تمام یہودیوں اور عیسائیوں کا اتفاق ہے کہ ان آیتوں میں ایک ہی سچے نبی کی پیشگوئی ہے۔ لیکن اگر ہم مان بھی لیں کہ استثنا باب ۱۸ آیت ۲۰ میں ایک جھوٹے نبی کی پیشگوئی ہے تو وہ پیشگوئی ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر نہیں لگتی۔ کیونکہ اسمیں لکھا ہے کہ جھوٹا نبی قتل کیا جائیگا یعنے ناکامی کے ساتھ ہلاک ہو گا۔ مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کامیابی کے اعلےٰ منار تک پہنچ گئے۔ اور جب اپنے کام کو مکمل کر چکے تو وفات پائی۔ خدا تعالےٰ ان کی سچائی کے ثبوت میں فرماتا ہے ولو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین یعنی اگر یہ نبی ہم پر افترا کرتا تو ہم اسکو دائیں ہاتھ سے پکڑتے پھر اسکی رگِ جان کو کاٹ دیتے۔ پھر آپکے کام کی تکمیل کی نسبت فرماتا ہے الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی آج کے دن میں تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمت کو تم پر پورا کر دیا۔ ان آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ کتاب استثنا کے یہ الفاظ ”لیکن وہ نبی جو ایسی گستاخی کرے کہ کوئی بات میرے نام سے کہے جسکے کہنے کا میں نے اُسے حکم نہیں دیا تو وہ نبی قتل کیا جائیگا“ ہمارے نبی پر صادق نہیں آتے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر یہ پیشگوئی نہیں لگتی۔ لیکن اگر بابو موہن لال نے ضرور یہ الفاظ کسی مدعی نبوت پر لگانے ہیں تو یہ یسوع پر خوب چسپاں ہوتے ہیں۔ کیونکہ اسکو بہت مہلت نہیں دیگئی اور جب اس نے خدائی کا دعوےٰ کیا تو اسکے بعد جلد ہی یہودی اس کو پھانسی کیطرف گھسیٹ کر لیگئے اور وہ صلیب پر لعنتی موت مرا جو بائیبل کے رو سے صرف ایک جھوٹے نبی کے حصے میں آ سکتی ہے ؎

اور بھی کئی وجوہات ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ استثنا ۱۸ کی پیشگوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ہے نہ یسوع کے حق میں۔ یہ الفاظ کہ موعود نبی انکے بھائیوں میں سے ہو گا۔ صاف طور پر ثابت کرتے ہیں کہ یہ پیشگوئی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت ہے میرا مدعا یہاں یہ نہیں ہے کہ ان لفظوں سے صرف بنی اسماعیل ہی مراد ہو سکتے ہیں میں مان لیتا ہوں کہ یہ الفاظ بنی اسرائیل کیلئے بھی ایسے ہی ہو سکتے ہیں

یعنے بنی اسمٰعیل کے لئے۔ مَیں تو اس بات پر زور دیتا ہوں کہ یہ الفاظ یسوع کو بالکل خارج کرتے ہیں کیونکہ انہی الفاظ کے رُو سے موعود نبی یا اسمٰعیلی ہونا چاہئے یا اسرائیلی۔ مگر چونکہ یسوع کو عیسائی بے باپ مانتے ہیں اسلئے نہ وُہ اسرائیلی تھا نہ اسماعیلی کیونکہ اسماعیلی یا اسرائیلی باپ تھا۔ علاوہ اسکے عیسائی تو اسکو خُدا اور خُدا کا بیٹا مانتے ہیں۔ اگر یہ بات صحیح ہے تو وہ کس طرح اسمٰعیل یا یعقوب کی اولاد کہا جاسکتا ہے اگر عیسائی اس پیشگوئی کو یسوع پر لگانا چاہتے ہیں تو اول ان کو اسکی خُدائی سے انکار کرنا چاہئے اور پھر کسی آدمی کا نام لینا چاہئے جس کے نطفہ سے وہ پیدا ہُوا ہو اور یہ بھی کہنا چاہئے کہ وہ یسُوع کا باپ بنی اسمٰعیل یا بنی اسرائیل میں سے تھا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بنی اسمٰعیل میں سے تھے اور اسلئے یہ الفاظ کہ موعُود نبی انکے بھائیوں میں سے ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صادق آتے ہیں۔ بابو موہن لال بیان کرتا ہے کہ یہ الفاظ اسماعیلیوں پر اطلاق نہیں پا سکتے کیونکہ حضرت اسماعیل حضرت یعقوب کے چچے تھے نہ بھائی۔ اسلئے بنی اسماعیل بنی اسرائیل کے بھائی نہیں کہے جاسکتے۔ یہ عجیب دلیل ہے۔ بابو صاحب بتلادیں کہ اگر بھائیوں کا لفظ بنی اسماعیل پر نہیں لگ سکتا تو وہ اور کونسا لفظ ہے جس کے ذریعہ ان دونوں قوموں کے رشتے کو ظاہر کیا جاوے۔ کیا بنی اسماعیل کو بنی اسرائیل کے چچے کہنا چاہئے دونوں قوموں کا جد اعلیٰ ایک ہے۔ یعنے دونوں قومیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ اِس لئے ہم ان کے باہمی رشتے کو بھائیوں کے لفظ سے ظاہر کرسکتے ہیں ایسا ہی یہ الفاظ کہ موعُود نبی تجھ سا یعنے موسیٰ جیسا ہوگا صاف طور پر ظاہر کرتے ہیں کہ اِس پیشگوئی کا مصداق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ان الفاظ کے رُو سے ضرُوری ہے کہ موعود نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مثیل ہو اب دیکھنا چاہئے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام میں وُہ کونسی خاص باتیں ہیں جنمیں موعود نبی کو ان سے مشابہت ہونی چاہئے۔ اول حضرت موسیٰ علیہ السلام صاحب شریعت تھے۔ دوم وہ اپنے دُشمن پر فتحیاب ہُوئے اور فرعون معہ اپنے تمام لشکر کے ہلاک ہُوا۔ سوم حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو فرعون کے ظلم اور جفا سے نجات دی اور انکے پیرو ایک سلطنت کے وارث ہوئے یہ تین باتیں حضرت موسیٰ علیہ السلام میں نمایاں ہیں۔ اب دیکھنا چاہئے کہ ان سے ان باتوں میں کون مشابہت رکھتا ہے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا یسُوع عیسائی نوشتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یسوع کی حضرت موسیٰ سے کوئی مشابہت نہ تھی یسُوع کوئی شریعت نہیں لایا بلکہ اُسنے حضرت موسیٰ کی شریعت کو بھی موقوف کیا یا اسی

وجہ سے عیسائیوں کا عمل توریت پر نہیں تھا۔ ایسا ہی بجائے اس کے کہ یسُوع حضرت موسیٰؑ
کی طرح اپنے دشمنوں پر غالب آئے اسکے دشمن الٹا یسُوع پر غالب آ گئے چُنانچہ اُنھوں نے
یسُوع کو پھانسی پر چڑھادیا ایسا ہی یسُوع اِس بات میں کامیاب ہُوا کہ اپنے شاگردوں کو مُلک
کا بادشاہ بنائے۔ یہودیوں اور خُود اس کے شاگردوں کی اسطرف آنکھیں لگی ہُوئی تھیں کہ وُہ
داؤد کے تخت کو قائم کریگا مگر ساری اُمیدیں بیفائدہ تھیں۔ پس ثابت ہُوا کہ یسُوع حضرت
مُوسیٰ علیہ السلام سے کوئی مشابہت نہیں رکھتا تھا۔ ہاں اگر استثنا کی پیشگوئی میں یہ الفاظ ہوتے
کہ وہ حضرت موسیٰؑ جیسا نہ ہوگا تو پھر یسُوع اس پیشگوئی کا مصداق ہو سکتا تھا علاوہ ازیں
حضرت موسیٰؑ تو انسانوں کی اولاد تھے مگر یسُوع تو عیسائیوں کا خُدا تھا۔ پس اِنسان اور خُدا
میں کیسے مشابہت ہو سکتی ہے لیکن اگر ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی سوانح کی طرف توجہ کریں
تو ہم ان میں اور حضرت موسےٰؑ میں بیّن مشابہت پاتے ہیں۔ حضرت موسےٰؑ کی طرح ہمارے نبی صلی
اللہ علیہ وسلّم صاحب شریعت تھے۔ اور حضرت مُوسےٰؑ کیطرح ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلّم
اپنے دشمنوں پر غالب آئے اور آپ کے دشمنوں کا نام ونشان مٹا دیا گیا۔ حضرت موسیٰؑ کی قوم کی
طرح ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کے صحابہ مُلکوں کے بادشاہ اور فاتح بنے۔ پس یہ الفاظ کہ وہ موعود
نبی تجھ سا یعنے حضرت موسیٰؑ جیسا ہوگا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم پر صادق آتے ہیں۔ پھر یہ الفاظ
بھی کہ "اپنا کلام اُسکے مُنہ میں ڈالونگا اور جو کچھ میں اسے فرماؤنگا وہ سب ان سے کہیگا"۔۔۔۔۔۔
۔۔۔۔۔۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم پر ہی صادق آتے ہیں نہ یسُوع پر۔ خُدا تعالےٰ نے پیشگوئی کے منشأ
کے مطابق اپنا کلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے مُنہ میں ڈالا جسکو آپ نے لوگوں تک پُہنچایا اور جو
اب قرآن شریف میں موجود ہے۔ عیسائیوں کے پاس کوئی ایسی کتاب نہیں جس میں خُدا تعالےٰ
کا کلام درج ہو جو خُدا تعالےٰ نے یسُوع کے مُنہ میں ڈالا تھا۔ اناجیل میں کچھ ٹُوٹی پھُوٹی یسُوع کی
تقریریں درج ہیں مگر وہ یسُوع کے اپنے الفاظ ہیں نہ خدا تعالےٰ کے۔ اور یسُوع نے کبھی دعویٰ نہیں کیا کہ
یہ الفاظ اُنکا کلام نہیں خُدا تعالیٰ کا کلام ہے۔ اس پیشگوئی کو یسُوع پر لگانے کے لئے بابو موہن لال بیان
کرتا ہے کہ یسُوع کلمۃ اللہ تھا۔ میں یہاں یہ بحث نہیں کرتا کہ آیا وُہ فے الحقیقت کلمۃ اللہ تھا اگر ہم مان
بھی لیں کہ وہ کلمۃ اللہ تھا تو اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ یسُوع اس پیشگوئی کا مصداق نہیں کیونکہ
پیشگوئی ۔۔۔۔۔۔ تو اسطرح پر ہے کہ خُدا تعالےٰ کا کلام نبی موعُود کے مُنہ میں ڈالا جائیگا۔ اِس سے معلوم

ہوتا ہے کہ نبی موعود اور خدا کا کلام ایک چیز نہیں بلکہ وہ الگ الگ چیزیں ہیں۔ پس اگر یسوع کلمۃ اللہ یعنی خدا تعالیٰ کا کلام تھا تو وہ نبی موعود نہیں ہو سکتا۔ نبی موعود اَور ہے اور کلام الٰہی اَور ہے دونوں ایک نہیں ہ بابو موہن لال کی بات ایسی بیہودہ نہ ہوتی اگر وہ یہ بیان کرتا کہ یہ پیشگوئی یسوع کی ماں مریم کے حق میں ہے جسکے رحم میں یسوع جو خدا کا کلام تھا ڈالا گیا اور اسطرح یہ پیشگوئی مریم میں پوری ہوئی اگرچہ اسمیں بھی ایک یہ مشکل پیش آتی ہے کہ پیشگوئی کے رُو سے خدا کا کلام مریم کے مُنہ میں ڈالا جانا چاہئے تھا نہ رحم میں ۃ

علاوہ ازیں یسوع نے کبھی دعوےٰ نہیں کیا کہ یہ پیشگوئی اسکے حق میں ہے۔ بلکہ نئے عہدنامے سے ثابت ہوتا ہے کہ اسکے پُورا ہونیکا ابھی انتظار تھا۔ دیکھو اعمال باب ۳ آیت ۲۲-۲۳ جسمیں لکھا ہے اور یسوع مسیح کو پھر بھیجے جس کی مُنادی تم لوگوں کے درمیان آگے سے ہُوئی۔ ضرور ہے کہ آسمان اسے لئے رہے اسوقت تک کہ سب چیزیں جنکا ذکر خدا نے اپنے سب پاک نبیوں کی زبانی شروع سے کیا اپنی حالت پر آویں کیونکہ موسےؑ نے باپ دادوں سے کہا۔ خداوند جو تمہارا خدا ہے تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لئے ایک نبی میری مانند اُٹھائیگا جو کچھ وہ تمہیں کہے اسکی سب سنو۔ اور ایسا ہوگا کہ ہر نفس جو اس نبی کی نہ سُنے وہ قوم میں سے نیست کیا جاویگا مذکورہ بالا عبارت سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ یسوع میں یہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی بلکہ یہ نبی ابھی آنیوالا ہے اور جب تک یہ نبی ظاہر نہ ہولے یسوع دوبارہ نہیں آئیگا۔ اب یہ دیکھنا باقی ہے کہ آیا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوےٰ کیا ہے کہ موسےؑ کی پیشگوئی آپ کے حق میں ہے۔ اس امر کے مُتعلق قرآن شریف صاف شہادت دیتا ہے۔ چُنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے انا ارسلنا الیکم رسولاً شاھداً علیکم کما ارسلنا الیٰ فرعون رسولاً ہ یعنے ہمنے تمہارے پاس ایک رسول بھیجا ہے جو تمپر گواہ ہے جیسا کہ ہمنے فرعون کیطرف رسول بھیجا۔ اس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت موسےؑ میں مشابہت قائم کیگئی ہے۔ پھر فرماتا ہے وشھد شاھدٌ من بنی اسرائیل علیٰ مثلہ (الاحقاف) یعنی بنی اسرائیل میں سے ایک شاہد نے اپنے مثیل کے پیدا ہونے کی شہادت دی ہے اسمیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیشگوئی کیطرف صریح اشارہ ہے پھر جیسا کہ استثنا کی پیشگوئی میں لکھا ہے کہ مَیں اپنا کلام اُسکے مُنہ میں ڈالونگا اور جو کچھ مَیں اسے کہونگا وہ سب ان سے کہیگا۔ اسی کے موافق قرآن شریف میں یہ آیت ہے ما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ (سورۃ النجم)

یعنے یہ نبی اپنی خواہش سے نہیں بولتا۔ یہ ایک وحی ہے جو اسکی طرف بھیجی جاتی ہے اور جیسا
کہ استثنا کی پیشگوئی میں لکھا ہے کہ جھوٹا نبی ہلاک ہو جائیگا۔ ایسا ہی قرآن شریف میں ہے کہ اگر
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تقول علی اللہ کرتے یعنی خدا تعالیٰ پر افترا کرتے تو اسکا نتیجہ ہلاکت تھا۔ ان آیات
سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ قرآن شریف حضرت موسےٰ علیہ السلام کی پیشگوئی کا مصداق جو استثنا
باب ۱۸ میں ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ٹھہراتا ہے ۔

اب میں نئے عہدنامے کی اُس عبارت کی طرف رجوع کرتا ہوں جسمیں بابو موہن لال کہتا ہے
کہ ایک جھوٹے نبی کا ذکر ہے وہ عبارت یوں ہے :-

"بلکہ یوحنا نے انکار کیا کہ میں مسیح نہیں ہوں۔ تب اُنہوں نے اس سے پوچھا تو اَور کون ہے؟
کیا تُو الیاس ہے اس نے کہا میں نہیں ہوں پس آیا تُو وہ نبی ہے اس نے جواب دیا۔ نہیں"

مندرجہ بالا عبارت میں صریحًا ایک سچے مشہور موعود نبی کا ذکر ہے نہ جھوٹے نبی کا جیسا کہ
مندرجہ ذیل دلائل سے ظاہر ہوتا ہے:-

اوّل یہودیوں نے جو سوال حضرت یحییٰ ؑ سے کیا اس سے ان کی غرض اس امر کا معلوم کرنا تھا
کہ وہ کیا دعوے کرتا ہے پس وہ ان سے یہ نہیں پوچھ سکتے تھے کہ کیا تم ایک جھوٹا نبی ہونیکا دعوٰی کرتے ہو؟

دوم۔ یہودیوں نے سوال کیا۔ اگر تو نہ مسیح ہے نہ الیاس نہ وہ نبی۔ پس کیوں بپتسمہ دیتا ہے ۔
اِس سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ **وہ نبی** سے ان کی مراد ایک ایسا نبی تھا جسکو اصطباغ
دینے کا یا بیعت لینے کا اختیار تھا یعنے ایک سچا نبی ۔

سوم۔ مروجہ بائیبلوں کے حاشیہ پر لکھا ہوا ہے کہ یہاں **وہ نبی** سے مراد وہ موعود رسول
ہے جسکا ذکر استثناء باب ۱۸ آیت ۱۵ و ۱۸ میں ذکر ہے اب بابو موہن لال مانتا ہے کہ آیت ۱۵ و ۱۸ میں
ایک سچے نبی کا ذکر ہے نہ جھوٹے کا پس ثابت ہوا کہ یہاں **وہ نبی** سے مراد سچا نبی مراد ہے ۔

چہارم۔ جب کبھی نبی کا لفظ تنہا ہوتا ہے تو اس سے سچا نبی ہی مراد ہوتا ہے جبتک جھوٹا وغیرہ
ساتھ نہ لگے ہوئے ہوں ۔

لال کا یہ کہنا کہ جب یہودیوں نے حضرت یحییٰ ؑ سے پوچھا کہ کیا تُو وہ نبی ہے ؟
جھوٹا نبی تھا جس کا ذکر استثنا باب ۱۸ آیت ۲۰ میں ہے بالکل بے بنیاد ہے
بتک کہ وہ یہ ثابت نہ کرے کہ یہودیوں کے نزدیک بھی آیت ۲۰ میں ایک جھوٹے نبی

کی پیشگوئی تھی کیا یہ ضروری ہے کہ جو بابو صاحب کی رائے ہو وہی یہودی عالموں کی بھی رائے ہو +

ابھی مینے بابو صاحب کا فیصلہ نہیں کیا۔ ابھی ایک اَور زد باقی ہے بابو صاحب نے یہ کہہ کر کہ **وُہ نبی** سے مُراد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہیں اپنے آپ کو ایک مشکل میں پھنسا دیا ہے اور میں نہیں دیکھتا کہ وہ کسطرح رہائی حاصل کر سکتے ہیں۔ سب عیسائیوں کا اسپر اتّفاق ہے کہ **وہ نبی** سے مُراد ایک سچا نبی ہے۔ پس بابو صاحب کو ماننا پڑا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک سچے نبی تھے اور نیز چونکہ کل عیسائیوں کا اِس بات پر اتّفاق ہے کہ وُہ نبی سے وہ موعُود رسول مراد ہے جسکی نسبت استثنا باب ۱۸ آیت ۱۸ میں پیشگوئی ہے پس چونکہ بابو صاحب کی رائے میں **وہ نبی** سے مُراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اسلئے انکو ماننا چاہئے کہ استثنا کی پیشگوئی بھی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ہے یا دُوسرے لفظوں میں یُوں کہو کہ بابُو صاحب کو اب مسلمان ہونا چاہئے +

بابو صاحب اب دو مشکلات میں پھنس گئے ہیں یا تو ثابت کریں کہ **وہ نبی** سے جھوٹا نبی مُراد ہے یا بِسم اللہ کر کے اسلام قبول کریں مگر یہ تو ثابت کرنا محال ہے کہ **وہ نبی** سے جھوٹا نبی مُراد ہے پس انکے لئے اسلام قبول کرنیکا پہلو باقی رہگیا۔ اور اگر ان میں کچھ دیانت باقی ہے تو ضرور ہے کہ وہ چند دنوں میں اپنے مسلمان ہو جانے کا اِعلان دیدیں گے۔ جھُوٹ پر ہٹ کر کے زِندگی بسر کرنے سے کیا فائدہ +

شیر علیؓ از قادیان